ماہنامہ

جہانِ رضا

لاہور



بیاد

مجدد دین وملت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ

مجلس رضا مرکزی

MARKAZI MAJLIS-E-REZA

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ کے افکار کا حقیقی ترجمان

ماہنامہ جہانِ رضا لاہور

بانی مجلس رضا: حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

بانی ماہنامہ: حضرت پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

ایڈیٹر: محمد منیر رضا قادری رضوی عفی عنہ

جلد ۲۷۔ اکتوبر رنومبر ۲۰۱۸ء رمحرم الحرام، صفر المظفر ۱۴۴۰ھ شمارہ: ۲۴۲

قیمت فی شمارہ: 30/-روپے، سالانہ چندہ/-500روپے

مرکزی مجلس رضا

خط وکتابت، ترسیل زر اور ملنے کا پتا:

مسلم کتابوی، گنج بخش روڈ، دربار مارکیٹ، لاہور

Email:muslimkitabevi@gmail.com, 042-37225605, 0321-4477511

علماء کی توہین کا نتیجہ۔۔۔(اداریہ)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ زندگی میں کبھی کسی عالم کی برائی مت کرنا اور کسی عالم کی ذات میں کوئی عیب مت نکالنا۔ اگر تم نے کسی عالم کو برا کہا اور اس کے علم کو حقیر سمجھا تو اللہ تمہاری دس نسلوں تک کوئی عالم پیدا نہیں کرے گا۔ (استغفر اللہ) اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

(۱) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر علماء نہ ہوتے تو عوام الناس ڈھور اور ڈنگروں کی سی زندگی گزارتے۔

(۲) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اہانت علم اور اہانت اہل علم کفر ہے۔

(۳) علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو علماء ربانین کی حقارت کرتا ہے اس کی قبر کو کھود کر دیکھو اس کا منہ قبلہ سے پھیر دیا جاتا ہے۔

(۴) حضور مجاہد ملت شاہ حبیب الرحمٰن اڑیسوی سے کسی نے شکایت کی کہ حضرت! مقامی علماء کام میں ساتھ نہیں دے رہے ہیں اس پر حضرت نے غصہ سے فرمایا۔ خبردار آئندہ علماء کی شکایت کرنے سے پرہیز کرو ورنہ تمہارا ایمان پر خاتمہ نہ ہوگا۔

(۵) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء کرام کی مثال ستاروں کی سی ہے جب چمکتے ہیں تو لوگ ان سے راہ پاتے ہیں اور جب چھپ جاتے ہیں تو لوگ حیران و پریشان رہ جاتے ہیں اور عالم کی موت اسلام کا ایسا رخنہ ہے جس کی اصلاح قیامت تک ممکن نہیں۔ (تنبیہ الغافلین)

(۶) علماء وارثین نبی ﷺ ہیں جس نے علماء کو تکلیف دی اس نے اللہ کے نبی ﷺ کو تکلیف دی۔ (مفہوم حدیث)

(۷) اگر علماء اللہ تعالیٰ کے دوست نہیں تو جہان بھر میں کوئی اللہ تعالیٰ کا دوست نہیں۔
(سید رفاعی رحمۃ اللہ علیہ/وصایا انبیاء اولیاء/ ۲/ ۱۰۲)

(۸) اللہ تعالیٰ "علیم" ہے علماء کو دوست رکھتا ہے۔ (امام غزالی/احیاء العلوم)

(۹) شاہان اسلام اور ان کے اراکین سلطنت کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے ملک میں اسلام کو ترقی دیں، علماء و مشائخ کا احترام کریں اور ان کو دوست رکھیں، اور ظالموں کا قلع قمع کر کے ملک کو عدل و انصاف سے آراستہ کریں تاکہ اہل ملک امن و سکون سے زندگی بسر کریں۔ (شیخ عبدالقدوس گنگوہی)

(۱۰) علم کے معاملے میں قناعت نہیں کرنی چاہئے، عالم سے ہمیشہ تعلق استوار رکھنا چاہیے۔ (حضرت علی ثانی، خواجہ سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۱) (سلطان اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت صاحبزادوں کو) میرے بیٹو! عالم اور فاضل حضرات کے ساتھ صحبت رکھنا، جاہلوں سے پرہیز کرنا عقلمندی کی نشانی ہے۔

(۱۲) نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے، اس کے سوا باقی تمام کمالات نبوی کے حاملین (علماء کرام) اب بھی موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے، انہی کی صحبت میں اصلاح حال ہوتی ہے۔

(۱۳) تم کہتے ہو ملا بے ایمان ہے، اگر مولوی سوکھے ٹکڑے کھا کر قرآن کو سینے سے نہ لگاتا تو ہندوستان میں اسلام ختم ہو جاتا۔

(۱۴) جاؤ تاریخ کے اوراق دیکھ لو ساری قربانیاں علماء کرام ہی کی ملیں گی ہندوستان موجود ہے تو وہ علماء کرام کے خون سے ہے۔

علم حاصل کرو

(۱۵) بیٹا! علم شریعت سے دور نہ ہٹنا، علم فقہ پڑھ عالم بن۔

(سیدنا غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ماہنامہ فیضان مدینہ لاہور ص ۲۴)

(۱۶) خلیفہ عبدالملک بن مروان کی وصیت اپنے لڑکوں کو، عالم بناؤ کیونکہ مالدار ہوئے تو علم تمہارا جمال ہوگا اور غریب ہوئے تو علم تمہارے لئے دولت ثابت ہوگا۔

(العالم والعلماء: ۵۴)

(۱۷) حضرت یحییٰ ابن خالد برمکی رحمہ اللہ کی وصیت اپنے بیٹے کو:۔ بیٹا ہر علم میں سے ایک اچھا حصہ حاصل کرو کیونکہ آدمی جس علم سے جاہل ہوتا ہے اس سے بغض رکھتا ہے اور مجھے منظور نہیں کہ تم کسی علم سے بغض رکھو۔

عالم اور عابد

(۱۸) جو باتیں ہم نے کسی عالم سے سیکھی ہیں ان پر خود عمل کریں اگرچہ وہ عمل نہ کرتا ہو اور اسے برا بھی نہ سمجھے اور اسے عزت دو جب کوئی شخص کسی مسئلہ میں علماء کی نقل کی مخالفت کرے تو اپنے دوستوں کو اس پر اعتراض میں جلدی کرنے سے روکیں اپنے دوستوں کو تاکید کریں کہ جب کسی عالم یا درویش کے پاس جانا چاہیں تو اپنی عقل کے ترازو کو توڑ کر ان کے پاس جایا کریں۔ (امام العارفین والاصولین علامہ عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ)

(۱۹) علماء و صالحین کو عمدہ کپڑے پہنتے اور لذیذ کھانے غذائیں کھاتے دیکھ کر جلدی سے ان پر اعتراض نہ کیا کریں جب ہم کسی حاکم یا رکنِ سلطنت سے ملیں تو اپنے ہم عصر علماء اور درویشوں کو اس کی نظر میں بڑھائیں۔

(۲۰) جب ہم مسلمانوں کے علماء میں شمار ہونے لگیں تو اپنے شہر والوں میں سب سے زیادہ کریم اور صاحب ایثار بن جائیں، کسی وعظ میں جائیں تو واعظ سے پہلے پوری توجہ کے ساتھ اپنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علماء و انبیاء کا نائب سمجھیں۔

(۲۱) عالم و عابد دونوں بارگ ہیں لیکن عالم اپنے ساتھ دوسروں کو بھی منزلِ مقصود تک پہنچاتا ہے، برخلاف اس عابد کے کہ وہ صرف اپنی ہی کامیابی کی دھن میں لگا رہتا ہے۔

(مخزن اخلاق / ۲۵۸)

مسلم امہ کی پستی وزوال کا سبب صدق کی راہ سے دوری وجھوٹ کی آبیاری ہے

(غلام مصطفی رضوی)

اسلام سچا ہے۔ اس لئے مسلمان کو بھی سچا ہونا چاہیے۔ ہمارا دین سچا، اس کی تعلیمات سچی، اس کے قوانین واصول سچے۔ اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سچے۔ ان پر نازل ہونے والی کتاب ''قرآن مجید'' سچی ہے۔ اس کے ہر ہر فیصلے میں صداقت وسچائی کا ایسا عنصر ہے کہ سائنس بھی جس کی حقانیت کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہے۔ مشاہدہ جس کی گواہی دیتا ہے۔ قرآن کا پیام صدق و وفا ایسا دلوں پر چھایا کہ کوئی نظروں میں جچتا ہی نہیں۔ وہ نسخہ کیمیا ہے کتاب الٰہی کہ جس کے آگے سب بے بس ہیں، سبھی کو اس کی سچائی کا اعتراف ہے۔

ایسے سچے دین، سچی کتاب، سچی تعلیمات و سچے قوانین کی متابعت و پیروی میں ہی انسانیت کے لئے نجات و بخشش کی ضمانت ہے۔ اس سے منحرف ہونے والوں کے نشاں مٹ گئے۔ اس سے ٹکرانے والی قوتیں پاش پاش ہو گئیں۔ بالآخر قرآنی فیصلوں کے قبول نے ہی قوموں کی تقدیر بدل دی۔ جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے: کتاب مبین نے انھیں راہ ہدایت ایسی دی کہ وہ عاشق رسول بن گئے۔ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ میں انھوں نے جانیں نچھاور کر دیں اور گویا سوزِ دل کی آواز یوں آرہی تھی:

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی　　　حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا
جان دے دو وعدۂ دیدار پر　　　نقد اپنا دام ہو ہی جائے گا

اسی سچ کے لئے ہمارے اسلاف واکابر نے قربانیاں دیں۔ اسلام کے سچے پیغام کو دیارِ غیر میں پہنچایا۔ مستقرِ بعید میں اسلام کی روشنی سے اداس طبیعتوں کو فرحت و

انبساط عطا کیا۔ جانیں راہ حق میں نثار کر دیں۔ سب کچھ حق کے لئے تج دیا۔ سچائی کو پھیلایا۔ برائیوں کے اندھیرے بتائے۔ تاکہ لوگ جھوٹی راہ چھوڑ کر سچی راہ کی مسافرت اختیار کریں۔ اسلام کے دعوتی نظام میں سچ کی بالادستی ہر جگہ نظر آئے گی۔ اسلاف نے سچ کہا، سچ لکھا، سچ کو عام کیا۔ اسی کا اظہار عملی زندگی سے فرمایا۔ اسی سچائی نے دور افتادہ مقامات کے واسیوں کو اسلام کا شیدائی ووالہ بنا دیا۔ اسی سچائی نے سچوں کو جماعتی صورت دی اور اتحاد کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا۔ عقائد حقہ کی بنیاد پر ساری دنیا کے مسلمان سچے ہیں اور متحد ہیں۔

اسلام کی سچائی نے یہ تصور دیا کہ سچے دین میں جھوٹ کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور یہ کہ جھوٹ کا سچ سے کیا رشتہ و تعلق! سچ سچ ہے اور جھوٹ اس سے جدا و مختلف راہ۔ جس پر نہ ہی چلا جا سکتا ہے۔ نہ ہی اس کی کوئی تائید و توثیق کی جا سکتی ہے۔۔ اسی لیے جھوٹ ہمارے معاشرے سے جدا شے ہے۔ جس سے خیر کی بو نہیں آ سکتی۔ اسلاف کی مکمل حیات کے اوراق کھنگال ڈالیے، ان کی سادہ سی زندگی کا کوئی سا گوشہ اٹھا لیجیے۔ تمہیں جھوٹ کا کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ کیوں کہ وہ دین کے داعی تھے، جس کی دعوت سچائی کے خمیر سے ابھرتی ہے اور صدق و وفا کیش دلوں میں جگہ بنا لیا کرتی ہے۔ ان کی دعوت کے میدان میں جھوٹ کا کوئی خیمہ نہ تھا جہاں وہ پناہ گزیں ہوتے۔ اس لئے ان کا سچ راہِ صواب کی طرف معاون ثابت ہوا۔

معاشرتی تباہی و بربادی کا ایک بڑا حصہ جھوٹ کے پردے میں چھپا ہوا ہے۔ جہاں جہاں اپنے مذہبی مسلمات سے انحراف واقع ہوا ہے، وہاں جھوٹ در آیا ہے، جس کا نتیجہ بربادی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اسی لیے اسلام نے مطالبہ یہی کیا کہ جب تمہارے پاس کوئی خبر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو، تاکہ کہیں جھوٹ کے مرض میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ بری راہ نہ چل پڑو۔ صدق و ایفائے عہد کا یہ درس اسلامی تاریخ کا زریں ورق ہے جس کے

پردے میں اسلام کا بے پناہ و عظیم حسن چھپا ہوا ہے۔

معاشرتی بربادی کی وجہ جھوٹ:

آج کل تہمت عام سی بات ہو کر رہ گئی ہے۔ کم از کم پڑھے لکھوں کا اس مرض مہیب سے بچنا زیادہ ضروری ہے۔ اس لئے کہ اس جھوٹ کی قلعی جب کھلتی ہے تو بگڑے کام سنورنے لگتے ہیں۔ دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ تہمت سے۔ پہلے خوش نامی کی تہیں چاک ہو جاتی ہیں۔ اس کی جگہ منفی فکر تشکیل پاتی ہے۔ قابل افراد دور ہو جاتے ہیں۔ منفی ذہنیت کے جھوٹ کا تعفن سلجھی ذہنیت کے جھوٹ کا تعفن سلجھی طبیعتوں کو متنفر کر دیتا ہے۔ اس لئے جھوٹوں کا حلقہ رفتہ رفتہ کم زور ہونے لگتا ہے اور اخیر میں کوئی تنگی و تنہائی مقدر بن کر رہ جاتی ہے۔ جس کے شواہد مختلف فیلڈ میں مشاہدہ کیے جا سکتے ہیں۔ افسوس! مذہبی حلقہ میں بھی یہ جراثیم بہت پھیلتے چلے جا رہے ہیں اور بعض مقامات پر کیفیت یوں ہوتی ہے کہ: ''منہ کھولا جھوٹ بولا''۔

جھوٹ نے بڑے بڑے اتحاد کو ختم کر کے رکھ دیا۔ اس کی تباہ کاریوں نے دنیا کے کئی ممالک میں ابلیس کا رقص کیا۔ اسی نے عراق کو محض ہتھیار کے الزام کے تحت خاک وخوں میں نہلا دیا۔ اسی جھوٹ کے سہارے کئی مسلم ملکوں پر خود ساختہ جنگیں مسلط کی گئیں۔ اسی نے ترقی یافتہ قوموں کو دھوکے کی بنا پر جہاں باں بنایا۔ انھوں نے جھوٹی تاریخیں وضع کیں۔ محبوب کو معتوب بنایا۔ جس کی تعریف ہونی تھی اس کی ہجو کی گئی۔ یوں سچ کو چھپا کر جھوٹ کو رواج دیا گیا۔ جس نے دنیا کو تباہی و بربادی کی آماج گاہ بنا دیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ عربوں میں یکتائی نہیں۔ وہ مفروضوں کی بنیاد پر اپنے ہی ہمسایہ مسلم ملکوں کو شک وشبہ کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ جب وقت آتا ہے تو مغرب کے سحر میں مبتلا ہو کر اسے نشانہ بنا لیتے ہیں۔ یمن میں یہی ہو رہا ہے۔ اسی فکر نے کئی ملکوں کو تنہا کر دیا ہے، نہتا کر دیا ہے۔ فلسطین کا قضیہ سامنے ہے۔ اس کی امداد کو کوئی مسلم ملک سامنے نہیں آتا۔ اطراف کی مسلم مملکتیں اس کے حق کا خیال نہیں کرتیں۔ ہمسائے ان کے ہم درد نہیں۔ اسرائیل انھیں نشانہ

بنارہا ہے پھر بھی کوئی پڑوسی ملک دھمکی نہیں دیتا کہ فلسطینی مسلمانوں کے حقوق کی پامالی برداشت نہیں ہوگی۔اسرائیلی تشدد و دہشت گردی نے ساری دنیا میں باطل قوتوں کو فلسطین کے خلاف ایک جان بنادیا ہے۔لیکن مجال ہے کہ کوئی مسلم ملک فلسطین کی حمایت کردے۔ وہ اپنی سلامتی وبقا کی جنگ خودلڑرہے ہیں۔وہ خود ہی اپنے سچ کو دنیا کے سامنے لانے کو بے تاب ہیں۔وہ نہتے ہیں۔وہ کمزور نہیں۔ان کے ہتھیار فرسودہ ہیں۔ان کے پاس جدید اسلحے نہیں۔جدید ذرائع دفاع نہیں۔انھیں دشمن کی تازہ دم فوج کا سامنا ہے۔جو تشدد خود کرتی ہے اور دنیا کو یہ باور کراتی ہے ''فلسطینی تشدد کو راہ دیتے ہیں'' یہی جھوٹ وفریب ہے۔

بہرکیف! مسلم امہ کو چاہیے کہ اپنے سچے حسن کو دنیا کے سامنے ظاہر کرے، تاکہ جھوٹ کے جتنے فرضی محل ہیں سب زمین بوس ہوجائیں اور سچ کی شفاف روشنی میں قوم کا باوقار مستقبل تعمیر کیا جاسکے۔جس کی اس زمانے میں ضرورت ہے ؎

اپنی ملت پہ قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

□□□

بزرگوں کی تصاویر گھروں میں لگانا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں عام رواج ہے کہ لوگ حضور غوث پاک اور دیگر بزرگانِ دین کی طرف منسوب بہت ساری تصاویر تعظیم کے طور پر گھروں میں رکھتے ہیں، ان تصاویر کا بہت اعزاز واکرام کرتے ہیں، تو اس طرح تعظیم کے ساتھ بزرگوں کی تصاویر گھر میں رکھنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بلاعذرِ شرعی تصویر بنانا یا بنوانا، ناجائز وحرام ہے۔اسی طرح بطورِ تعظیم تصاویر گھر میں رکھنا بھی ناجائز وحرام ہے اور حضور غوث پاک یا دیگر بزرگانِ دین کی تصاویر تو اصلاً ثابت ہی نہیں ہیں: جن اولیاء کرام کی تصاویر ثابت بھی ہیں، ان کی تصاویر بھی گھروں میں رکھنا ناجائز وحرام بلکہ عام لوگوں کی تصاویر کی بنسبت ان کا رکھنا زیادہ سخت حرام وگناہ ہے کہ ایسی تصاویر سے ہی بت پرستی شروع ہوئی تھی۔

بخاری شریف میں اس آیت کریمہ:

ولا تذرون ودًا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا''

کی تفسیر کے تحت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

''أسماء رجال صالحين من قوم نوح فلما هلكوا أوحى الشيطان الى قومهم أن انصبوا الى مجالسهم التي كانوا يجلسون انصابا وسموها بأسمائهم ففعلوا فلم تعبد

ترجمہ: ''(یہ ودّ، سواع وغیرہ) قومِ نوح علیہ السلام کے نیک بندوں کے نام ہیں،

جب وہ فوت ہوتے،توشیطان نے ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ جہاں یہ نیک لوگ بیٹھتے تھے،ان جگہوں پر ان کے مجسمے بنا کر رکھ دو اور ان مجسموں کا نام،ان نیک بندوں کے ناموں پر ہی رکھ دو،تو انہوں نے ایسا ہی کیا ،پھر(کچھ وقت تک)ان کی عبادت نہ ہوئی یہاں تک کہ جب یہ لوگ فوت ہو گئے اور علم کم ہو گیا،(اور ہر طرف جہالت کا دور دورہ ہو گیا) تو ان مجسموں کی عبادت ہونے لگ گئی۔

(الصحیح البخاری،کتاب التفسیر،باب ودا ولا یغوث الخ،جلد2،صفحہ732،مطبوعہ کراچی)

ایک اور مقام پر ہے:

"عن عائشة قالت لما اشتكى النبي صلى الله عليه وآله وسلم ذكرت بعض نسائه كنيسة رأينها بأرض الجبشة يقال لها مارية وكانت ام سلمة وام حبيبة رضى الله عنهما أتتا ارض الحبشة فذ كرتامن حسنها وتصاوير فيا فرفع رأسه فقال أولئك اذا مات منهم الرجل الصالح بنوا على قبره مسجدا ثم صوروافيه تلك الصورة أولئك شرار الخلق عند الله"۔

ترجمہ:"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے،آپ فرماتی ہیں: نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیمار ہوئے تو بعض امہات المؤمنین نے ایک گرجے کا ذکر کیا،جسے ملکِ حبشہ میں دیکھا تھا،اس گرجے کا نام ماریہ تھا۔سیدہ ام سلمہ اور سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ملکِ حبشہ تشریف لے کر گئی تھیں،تو انہوں نے اس گرجے کی خوبصوتی اور اس میں تصاویر کا ذکر کیا،تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرانور اٹھایا اور ارشاد فرمایا: اُن لوگوں میں سے جب کوئی نیک شخص انتقال کر جاتا،تو وہ لوگ اس کی قبر پر ایک مسجد بنا دیتے ، پھر اس میں ان کی تصویروں کو رکھ دیتے،تو یہ

(تصویریں بنانے والے) اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بدترین مخلوق ہیں۔

(الصحیح البخاری،کتاب الجنائز،باب بناء المسجد علی القبر،جلد1،صفحہ179،مطبوعہ کراچی)

گھر میں تصویر ہو،تو اس کے متعلق حدیث شریف ہے:

" ان الملائكة لاتدخل بيتا فيه صورة"

ترجمہ:"جس گھر میں تصویر ہو،اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے"۔

(الصحیح البخاری،کتاب البدء الخلق،باب اذا قال احدکم مین الخ،جلد1،صفحہ179،مطبوعہ کراچی)

گھروں میں تصاویر لٹکانے کے متعلق فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ولا يجوزان يعلق في موضع شيئا فيه صورة ذات روح"۔

ترجمہ:"کسی بھی جگہ ایسی چیز لٹکانا، جائز نہیں ہے، جس میں جاندار کی تصویر ہو"۔

(الفتاویٰ الھندیہ،کتاب الکراھیۃ،الباب الحشر ون فی الزینۃ،جلد5،صفحہ179،مطبوعہ کراچی)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:"حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذی روح کی تصویر بنانا، بنوانا، اعزازاً اپنے پاس رکھنا سب حرام فرمایا ہے اور اس پر سخت وعیدیں ارشاد کیں اور ان کے دور کرنے ، مٹانے کا حکم دیا: احادیث اس بارے میں حدِ تواتر پر ہیں۔"

(فتاویٰ رضویہ،جلد21،صفحہ426،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:"دنیا میں بت پرستی کی ابتداء یوہیں ہوئی کہ (لوگوں نے) صالحین کی محبت میں ان کی تصویریں بنا کر گھروں اور مسجدوں میں تبرکاً رکھیں اور ان سے لذت عبادت کی تائید سمجھی،شدہ شدہ وہی معبود ہو گئیں۔"

(فتاویٰ رضویہ،جلد24،صفحہ573،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

غوث پاک رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک بزرگ کی تصویر گھر میں رکھنے کے

متعلق فرماتے ہیں: ''ناواقف سمجھتے ہیں کہ حضور پرنور، سیدالاسیاد، امام الافراد، واہب المراد باذن الجواد، غوث الاقطاب والاوتاد، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ ان کی اس حرکت سے خوش ہوں گے کہ ان کے صاحبزادہ کی ایسی تعظیم کی، حالانکہ سب سے پہلے اس پر سخت ناراض ہونے والے، سخت غضب فرمانے والے حضور اقدس ہوں گے۔ رضی اللہ عنہ۔ اللہ تعالیٰ ہدایت واستقامت بخشے۔ آمین!'' (فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 641، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاویٰ بحرالعلوم میں بزرگانِ دین کی تصاویر گھروں میں رکھنے کے متعلق سوال کے جواب میں ہے: ''کسی بھی ذی روح کی تصویر رکھنا حرام ہے۔''

(فتاویٰ بحرالعلوم، جلد5، صفحہ 507، مطبوعہ شبیر برادرز، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

ابوالصالح محمد قاسم قادری

26 شعبان المعظم 1439ھ/13 مئی 2018ء

* * *

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

حیاتِ مبارکہ کی چند جھلکیاں

(از غلام مصطفیٰ قادری)

نام ونسب اور ولادت

آپ کا اسم گرامی عمر کنیت ابوحفص، لقب فاروق ہے۔ والد کا نام خطاب تھا آپ مکہ کے معززترین خاندان سے تعلق رکھتے تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے۔ عمر بن خطاب ابن نفیل بن عبدالعزیٰ ابن رباح بن عبداللہ ابن قرط ابن رباح بن عبداللہ ابن قرط ابن رزاح ابن عدی ابن کعب بن لوئی بن فہد بن مالک۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبی سلسلۃ الذہب سے مل جاتا ہے۔ والدہ حنتمہ بن ہاشم بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم تھیں۔ آپ کی ولادت (پیدائش) عام فیل کے تیرہ سال بعد مکہ میں ہوئی۔

(خلفائے راشدین ص:۱۴۵)

لقب فاروق کی وجہ تسمیہ

حضرت عمر بن خطاب کا یہ لقب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا فرمودہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کا لقب فاروق کیسے پڑا آپ نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ تفصیلا بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اسلام لانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں ہم یقینا حق پر ہیں، میں نے عرض کیا پھر اب اعلانیہ عبادت ہوگی چھپ کر نہیں، مسلمان دو لائنوں میں مسجد حرام میں داخل ہوئے ایک لائن میں حضرت حمزہ تھے اور دوسری میں میں۔ جب قریش نے حمزہ کو اور مجھے اس حال میں دیکھا تو انہیں سخت صدمہ ہوا اس دن

چونکہ حق و باطل کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا لہٰذا مجھے رسول خدا نے فاروق کا لقب عطا فرمایا۔ (تاریخ الخلفاء،ص:۱۴۳)

حضرت ذکوان تابعی بیان کرتے ہیں: میں نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہی بات پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ لقب انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عطا فرمایا تھا۔ (ایضاً ص:۱۴۳)

قبول اسلام

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ تاریخ اسلام کا ایک عظیم ترین یادگاری واقعہ ہے۔ رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے ایک روز دعا فرمائی تھی:

"اللھم اعزالاسلام بأحب الرجلین الیك بعمر بن الخطاب اوبعمرو بن هشام"۔

''اے اللہ! ان دو آدمیوں عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام (ابوجہل) میں سے جو تجھے زیادہ پسند ہے اس سے دین کو عزت عطا فرما۔''

اور جو روایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

" اللھم اید الاسلام بعمر"

''اے اللہ! عمر کو مشرف با سلام کر کے اسلام کی مدد فرما''۔

اس روایت میں صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دعا فرمائی گئی ہے۔ چوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قبل از اسلام پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے۔ اسلام اور پیغمبر اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقبولیت انہیں بھاتی نہیں تھی اور اس مقبولیت کا خاتمہ کرنے کے لئے وہ دن رات سوچ بچار کرتے رہتے تھے طویل غور و فکر کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ فتنہ پر قابو پانے کی ایک ہی صورت ہے کہ اس شخص کی زندگی کے چراغ کو گل کر دیا جائے۔ جس نے یہ سارا فتنہ برپا کر رکھا ہے۔

آخر کار طویل سوچ بچار کے بعد اس از حد خطرناک مہم کو سرانجام دینے کے لیے وہ نوجوان (عمر) اٹھا اپنی شمشیر براں اپنے گلے میں حمائل کی اور اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کا عزم بالجزم کر کے وہ اپنے گھر سے نکلا گرمی کا موسم تھا دوپہر کا وقت تھا دھوپ بڑی سخت تھی گرم لو جسم کو جھلسا رہی تھی لیکن عمر، ان تمام چیزوں سے بے نیاز اپنی دھن میں گم آگے بڑھ رہا تھا راستہ میں ایک قریشی نوجوان نعیم بن عبداللہ النحام سے مڈبھیڑ ہوگئی نعیم مسلمان ہو چکے تھے لیکن اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کیا تھا عمر کے تیور دیکھ کر ان سے صبر نہ ہوسکا پوچھ لیا۔

عمر! کدھر کا قصد ہے عمر نے بڑی رعونت سے جواب دیا کہ اس شخص کا سر قلم کرنے کے لئے جا رہا ہوں جس نے میرے شہر کا سکون چھین لیا ہے اور گھر گھر نفرت کے انگارے دہک رہے ہیں نعیم نے کہا ادھر بعد میں جانا پہلے اپنے گھر کی خبر لو تیری بہن فاطمہ اور تیرے بہنوئی سعید بن زید اس نبی کا کلمہ پڑھ چکے ہیں۔

یہ خبر سن کر عمر کے اوسان خطا ہو گئے آگے بڑھنے کے بجائے اپنے بہنوئی کے گھر کا رخ کیا وہاں پہنچ کر گھر کا رخ کیا وہاں پہنچ کر کواڑ کے ساتھ کان لگا کر سننے کی کوشش کی تو کس کلام کے پڑھے جانے کی آواز سنائی دی اندر سے آواز آئی کون؟ کڑک کے جواب دیا ''خطاب کا بیٹا، عمر، دروازہ کھولو'' جب اہل خانہ نے عمر کی آواز سنی تو سہم گئے ان اوراق کو احتیاط سے سنبھال کر رکھ دیا جن پر قرآن کریم کی آیات لکھی ہوئی تھیں ہمشیرہ نے جا کر دروازہ کھولا۔ اپنی بہن کو دیکھتے ہی عمر بہت غضبناک ہو کر گرجے اے اپنی جان کی دشمن! مجھے پتہ چل گیا ہے کہ تم مرتد ہو گئی ہو اپنا آبائی مذہب چھوڑ دیا ہے اور نیا مذہب قبول کر لیا ہے ہاتھ میں سوٹی تھی اس سے بہن کو پیٹنا شروع کر دیا یہاں تک کہ ان کے سر سے خون جاری ہو گیا پھر اپنے بہنوئی سعید بن زید کو مار مار کر لہولہان کر دیا۔

جب عمر کی دست درازی حد سے تجاوز کر گئی تو بہن نے زخمی شیرنی کی طرح گرج

کر کہا: ''اے بھائی! جتنا تیرا جی چاہے مار، میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے لیکن کان کھول کر سن لے میں اپنا دین کسی قیمت پر چھوڑنے کے لیے تیار نہیں سارا جسم خون سے لت پت ہے سر کے زخموں سے خون رس رہا ہے اس حالت میں یہ جرات مندانہ جواب سن کر عمر کا دل پسیج گیا کہنے لگا: ''بہن مجھے وہ صحیفہ دکھاؤ جو تم پڑھ رہی تھیں بہن نے بے دھڑک جواب دیا کہ تم مشرک ہو نجس اور ناپاک ہو تم اس صحیفہ کو ہاتھ نہیں لگا سکتے اگر تمہیں شوق ہے تو غسل کر کے پہلے اپنے آپ کو پاک کرو تب میں تمہیں وہ صحیفہ پڑھنے کے لئے دے سکتی ہوں۔

عمر اٹھے غسل کیا بہن فاطمہ نے وہ صحیفہ بھائی کو دیا کھولا تو سامنے سورۂ طٰہٰ تھی پڑھنا شروع کیا ۔ابھی چند آیتیں ہی تلاوت کی تھیں کہ اس کی تاثیر سے سنگ خارہ سے بھی سخت تر دل پانی پانی ہو گیا آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے بے چین ہو کر پوچھا: حضور علیہ السلام کہاں ہیں میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بگڑی سنوارنا چاہتا ہوں۔

صحابہ جھجکے دروازہ کھولیں یا نہ کھولیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تو موجود تھے فرمایا مت ڈرو۔ دروازہ کھول دو اگر عمر اندر داخل ہو کر بارگاہ مصطفوی کے آداب ملحوظ رکھے گا تو ہم ادب واحترام سے اس کو خوش آمدید کہیں گے اور اگر اس کی نیت میں ذرا فتور محسوس ہوا تو اس کی تلوار اس سے چھین کر اس کا سر اڑا دیا جائے گا۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا دروازہ کھول دو اللہ تعالیٰ نے اگر اس کی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے تو اس کو ہدایت دے دے گا۔

چنانچہ دروازہ کھولا گیا دو آدمیوں نے عمر کو دونوں بازوؤں سے پکڑ لیا۔ یہاں تک کہ وہ رسول کریم ﷺ کے قریب پہنچ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ انہوں نے چھوڑ دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ اٹھے اور عمر کی چادر کو پکڑ کر اسے زور سے جھٹکا دیا اور فرمایا:

اسلم یا ابن الخطاب اللھم اھد قلبہ اللہ اھد عمر بن

الخطاب۔ اللھم اعز الدین بعمر بن الخطاب اللھم اخرج ما فی صدر عمر من غل و اھدله ایمانا۔

''فرمایا: اے عمر! اسلام قبول کر لے، اے اللہ! اس کے دل کو ہدایت کے نور سے روشن کر دے، اے اللہ! عمر بن خطاب کو ہدایت عطا فرما۔ اے اللہ عمر بن خطاب کے ذریعہ دین کو عزت بخش۔ اے اللہ! عمر کے سینہ میں اسلام کی جو عداوت ہے اس کو نکال دے اور اس کو ایمان سے تبدیل کر دے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کے بعد عرض کی:

''اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ''۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں''۔

حضور ﷺ نے جب یہ سنا تو فرط مسرت سے نعرۂ تکبیر بلند کیا حضور ﷺ کے نعرہ کے بعد تمام مسلمانوں نے اس زور سے نعرۂ تکبیر لگایا کہ سارے مکہ کی گلیاں اور فضائیں اس نعرہ سے گونج اٹھیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے قبل انتالیس مرد مسلمان ہو چکے تھے آپ نے چالیس کا عدد پورا کیا آپ کے قبول اسلام سے نہ صرف زمین پر بلکہ آسمانوں میں بھی مسرت وشادمانی کا اظہار ہونے لگا۔ آپ کا اسلام لانا مسلمانوں کے لئے عزت اور فخر کا باعث بنا اور لوگ کھلم کھلا عبادت اور تبلیغ میں مصروف ہونے لگے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''لما اسلم عمر قال جبرئیل للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا محمد لقد استبشر اھل السماء باسلام عمر۔

''یعنی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو جبرئیل امین علیہ السلام بارگاہ نبوت

میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ عمر کے مسلمان ہونے سے آسمان کے سارے رہنے والوں نے بڑی مسرت کا اظہار کیا ہے۔

مقام فاروق اعظم نگاہِ مصطفٰی میں:

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے وہ مقام عطا فرمایا جس کو الفاظ کی زبان میں کما حقہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ رحمت عالم ﷺ نے آپ کے جو فضائل بیان فرمائے ان سے بھی آپ کی عظمت و رفعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

آیئے چند احادیث کریمہ ملاحظہ کریں۔

امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میں تم میں مبعوث نہ ہوتا تو بے شک عمر نبی کر کے بھیجا جاتا۔ اللہ عزوجل نے دو فرشتوں سے عمر فاروق کی تائید فرمائی ہے کہ وہ دونوں عمر کو توفیق دیتے اور ہر امر میں سے ٹھیک راہ پر رکھتے ہیں، اگر عمر کی رائے لغزش کرتی ہے تو وہ فرشتے عمر کو ادھر سے پھیر دیتے ہیں تاکہ عمر سے حق ہی صادر ہو۔ رضی اللہ عنہ

(جامع الاحادیث جلد ۴ صفحہ ۵۷۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگلی امتوں میں کچھ لوگ فراست صادقہ والہام حق والے ہوتے تھے اگر میری امت میں ان سب سے کوئی ہوگا تو وہ ضرور عمر ہے۔ رضی اللہ عنہ (صحیح البخاری، ۱/ ۴۹۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت میں گیا تو ابوطلحہ کی بیوی رمیصا کے پاس پہنچا اور میں نے ایک آہٹ سنی تو میں نے کہا یہ کون ہیں فرمایا یہ بلال ہیں اور میں نے ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک بی بی تھیں میں نے کہا یہ کس کا ہے سب نے کہا عمر بن خطاب کا۔ میں نے چاہا کہ وہاں داخل ہوں کہ اسے دیکھوں تو تمہاری غیرت یاد آگئی جناب عمر نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا

یارسول اللہ کیا میں آپ پر غیرت کرسکتا ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۵۵۷)

حضرت عقبہ ابن عامر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اگر میرے بعد نبی ہوتا تو جناب عمر بن خطاب ہوتے"۔

(مشکوٰۃ شریف: ص: ۵۵۸)

کتاب احادیث میں بکثرت فضائل عمر رضی اللہ عنہ بیان ہوئے ہیں تاہم انہی احادیث پر اکتفا کیا جارہا ہے۔

دینی وملی خدمات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کے عزم وحوصلے میں مزید پختگی آگئی۔ دین اور پیغمبر دین کی مدد واعانت کے لئے سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قربانی کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا آپ دین کے لیے تن من دھن سے قربان ہونے کے لئے تیار رہتے تھے حکم رسول ﷺ پر فوراً عمل پیرا ہوجاتے۔ دین کی راہ میں آنے والی تکالیف ومصائب کو برداشت کرتے، آپ کی کوششوں سے مسلمان کھل کر میدان عمل میں آئے، اور کفار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مشرکین مکہ کی زبان درازیوں کا جواب دینے لگے، دعوت اسلام کے فروغ کے لئے آپ کے قیمتی مشوروں نے عمدہ کردار ادا کیا۔

دین اسلام قبول کرنے کے سبب مسلمانوں کو کفار مکہ کی جن سختیوں کا سامنا کرنا پڑا انہیں پڑھ اور سن کر کلیجہ منہ کو آتا ہے، ایسے حالات میں رسول کونین ﷺ نے اپنے اصحاب کو ہجرت کی طرف متوجہ کیا اور اس طرح یکے بعد دیگرے مسلمان ہجرت کرنے لگے انہیں میں حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

سیدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں "جہاں تک مجھے علم ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ جملہ مہاجرین نے خفیہ طور پر ہجرت کی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس روز ہجرت کا عزم کیا انہوں نے تلوار گلے میں حمائل کی اپنی کمان کندھے پر رکھی تیر اپنی مٹھی میں

لئے چھوٹا نیزہ اپنی کمر کے ساتھ آویزاں کیا بایں کروفر طواف کعبہ کے لئے حرم شریف میں پہنچے سارے قریش یہ منظر دیکھے رہے تھے کس دم مارنے کی مجال نہ ہوئی۔آپ نے کعبہ شریف کے سات چکر لگائے اور طواف مکمل کیا مقام ابراہیم کے پاس دو نفل پڑھے قریش کے رئیسوں نے حسب دستور جگہ جگہ اپنی اپنی مجلسیں جمائی ہوئی تھیں ان کی ہر مجلس میں گئے اور بلند آواز سے اعلان کیا:

’’تمہارے چہروں پر پھٹکار ہو۔اللہ تعالیٰ ان ناکوں کو خاک آلودہ کرے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی ماں اس کو روئے اس کی اولاد یتیم ہو اس کی بیوی بیوہ بنے تو وہ اس وادی کے دوسری طرف آئے اور مجھ سے مقابلہ کرے‘‘۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان کیا کس کو جرأت نہ ہوئی کہ آپ کے چیلنج کو قبول کرتا چنانچہ آپ یثرب (مدینہ) کی طرف روانہ ہو گئے۔

مدینہ کی ہجرت اسلام اور مسلمانوں کی زندگی میں ایک نئے دور اور ایک نئی سیاست کی ابتداء تھی مہاجرین مکہ انصار مدینہ سے مل گئے اس اجتماع نے مسلمانوں کی آواز بلند کردی اور ان کی تحریک دین توانا و مستحکم ہوگئی۔

مدینہ میں مسلمانوں کو جو اقتدار حاصل ہوگیا اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے ایسے بہت سے راستے کھول دیئے جو کہ مسدود تھے وہ ایک صاحب نظم اور ایک صاحب رائے انسان تھے قوت وشجاعت میں امتیازی شان رکھتے تھے۔یہاں آکر حضرت کی وہ ساری صلاحیتیں چمکیں اور ان کے استعمال کا پورا پورا موقع ملا دین حق کی تبلیغ واشاعت کا، سلطنت اسلامی کی تاسیس حربی وعسکری تنظیم کے مسائل درپیش تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان تمام معاملات میں آگے آگے رہے وفات رسول تک کوئی ایسا اہم مسئلہ یا مہم نہیں جس میں آپ نے ایک سچے شیدائے رسول ﷺ کی حیثیت سے حصہ نہ لیا ہو۔

(خلفائے راشدین، ص ۱۷۵،۱۷۴)

دین کی سربلندی اور استحکام کے لئے اسلام اور کفر کے مابین جو معرکے ہوئے

جنہیں غزوات کہا جاتا ہے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان میں بھی شرکت فرما کر اپنی مثالی قربانیاں پیش فرمائیں۔غزوۂ بدر، غزوۂ احد، خندق، خیبر، فتح مکہ اور صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ کی کاوشیں اور قیمتی مشورے آج بھی صفحات تاریخ میں درخشاں ہیں۔جنہیں پڑھ کر اہل ایمان وایقان کے قلوب واذہان میں جذبہ جاں فروشی بیدار ہوجاتا ہے۔اور ان مواقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مالی قربانیاں بھی بے مثال ہیں۔آپ ہی کے عہد خلافت میں قیصر روم اور کسریٰ ایران کی ہزار ہا سالہ جابرانہ سلطنتیں پاش پاش ہوئیں عراق، ایران، شام اور فلسطین وغیرہ بڑے ممالک فتح ہوئے۔

مسند خلافت پر جلوہ گری

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے چنانچہ ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳ھ کو آپ خلیفہ بنائے گئے۔بیعت عام ہوئی اور اس کے بعد آپ نے یہ بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا:

’’عرب کی مثال اس اونٹ کی سی ہے جو اپنے ساربان کا مطیع ہو اس کے رہنما کا فرض یہ ہے کہ وہ دیکھے اس کو کس طرح لے جارہا ہے میں رب کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم کو راہ مستقیم پر لے چلوں گا‘‘

دس سال چھ مہینے پانچ دن بڑی شان وشوکت کا حق ادا کیا۔

علم وفضل

تربیت رسول اللہ ﷺ میں رہنے والوں کے علم وفن کا کیا کہنا۔وہاں پڑھایا بھی جاتا ہے اور پلایا بھی جاتا ہے۔سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ قرآن وحدیث، فقہ، علم الانساب، شعر وسخن، وعظ وخطابت اور فن حرب میں ماہر تھے۔رسول کونین ﷺ نے آپ کے علم وفن کا تذکرۂ جمیل فرمایا، ملاحظہ فرمائیں:

رسول کونین ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس دودھ

کا پیالہ لایا گیا میں نے اس سے پیا اور جو باقی بچا عمر بن خطاب کو دے دیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی۔آپ نے فرمایا ''علم''۔ (جامع ترمذی،۲/۲۱۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا:''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہم نے کسی شخص کو عمر سے زیادہ ذکی، ذہین اور سخی نہیں پایا''۔ (تاریخ الخلفاء،ص:۸۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی کتاب کے علم کو عمر ہم سب سے زیادہ جانتے تھے اور اللہ کے دین کے معاملے میں ہم سب سے فقیہ تھے ترازو کے ایک پلے میں ساری دنیا کا علم رکھا جائے تو عمر کے علم کا پلہ بھاری رہے گا۔

آپ سے کئی احادیث مروی ہیں حدیث کے بہت بڑے عالم اور ارشادات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ سمجھنے والے تھے۔آپ سے ۵۳۴ حدیثیں مروی ہے صحابہ میں عمر بن خطاب نام کے اور کوئی صاحب نہیں، البتہ راویان حدیث میں اس نام کے چھ حضرات ہیں۔ (نزہۃ القاری شرح صحیح بخاری:۱/۱۴۸)

اپنی خداداد بصیرت علمی سے آپ نے مختلف شعبوں میں کثرت سے فیصلے فرمائے اور پیچیدہ گتھیوں کو سلجھایا۔

سیدنا فاروق اعظم اور عدل ومساوات

اسلام بلاشبہ اخوت ومساوات کا مذہب ہے رواداری اور انسانیت کی بقا اس کی ممتاز تعلیمات ہیں قرآن واحادیث میں جا بجا عدل ومساوات اور رواداری کی تعلیم دی گئی ہے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اور پرائے، امیر اور غریب صغیر اور کبیر کے ساتھ حقوق کی ادائیگی اور رواداری کی جو مثالیں چھوڑی ہیں وہ رہتی دنیا تک یاد کی جائیں گی اسی طرح آپکی صحبت وتربیت میں رہ کر آفتاب علم وماہتاب عمل بننے والے صحابہ کرام نے بھی عدل وانصاف کے نرالے نمونے پیش کئے ہیں۔آیئے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عدل

ومساوات کے کچھ نظارے کریں۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خوف وخشیت الٰہی، تقویٰ وطہارت اور نیکی اور پارسائی میں خاص حیثیت حاصل تھی، دنیا ومافیہا سے دل نہ لگاتے، جو کچھ کرتے رضائے الٰہی کے لئے کرتے اور خوشنودی مصطفیٰ پیش نظر ہوتی، زید بن اسلم کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن عمر نے عمر رضی اللہ عنہ کے کچھ حالات پوچھے تو میں نے انہیں بتایا۔تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد میں نے کبھی کسی کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے زیادہ نیک اور سخی نہیں دیکھا یہ خوبیاں ان میں عمر بھر رہیں۔ (نزہۃ القاری شرح صحیح بخاری ۷/۱۰۴)

عشق ومحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صحابہء کرام میں ہر ایک عشق کی دولت سے سرشار تھا مگر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے جذبہء عشق ومحبت کا ایک خاص انداز تھا وہ اپنے آقا ہی سے نہیں بلکہ ان کی ذات سے منسوب ہر چیز سے محبت رکھتے تھے۔سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو محبت کا مظاہرہ کیا وہ بے مثال ہے۔آپ کے رگ وپے کے دیپ روشن تھے، محبت رسول ہی کا کرشمہ تھا کہ بدر کے میدان میں اپنے ماموں کو جو کفار مکہ کی طرف سے لڑنے آئے تھے اپنی تلوار سے آپ نے قتل کرڈالا، یہ جذبہ الفت ہی تھا کہ جب خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور حجر اسود کو بوسہ دینے لگے تو برملا فرمایا:

''اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی نہ چومتا، اس کے بعد اسے چوما۔ (صحیح بخاری، کتاب الحج ۱/۲۱۸)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ والہانہ عشق کا یہ عالم تھا کہ آپکے تمام قرابت داروں اور متعلقین سے حد درجہ الفت رکھتے اور انہیں ہر معاملہ میں مقدم جانتے حضور کے چہیتے غلام زید بن حارثہ کے فرزند اسامہ کا وظیفہ اپنے بیٹے عبداللہ سے زیادہ مقرر کیا حضرت عبداللہ نے تعرض کیا تو فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسامہ کو تجھ سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔

(خلفائے راشدین ص:۳۲۸)

یہ محبت رسول ہی کی مثال ہے کہ آپ کا اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا اور رہنا سہنا ہر کام سنت نبوی کے مطابق ہوتا۔ رسول کی مرضی کے خلاف کام کام کرنا گوارا نہ کرتے سادہ زندگی بسر کرنا اور اخلاق و مروت سے پیش آنا یہ محبت نبوی ہی کے اثرات تھے جنہیں دیکھ کر اغیار بھی متاثر ہوتے نظر آتے۔

خوف وخشیت الٰہی ،تقویٰ وطہارت اور نیکی و پارسائی میں خاص حیثیت حاصل تھی دنیا ومافیہا سے دل نہ لگاتے جو کچھ کرتے رضائے الٰہی کی خاطر کرتے اور رضائے مصطفیٰ پیش نظر رہتی ۔ حضرت زید بن اسلم کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن عمر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کچھ حالات پوچھے تو میں نے انہیں بتایا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد میں نے کبھی کسی کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے زیادہ نیک اور سخی نہیں دیکھا یہ خوبیاں ان میں عمر بھر رہیں۔ (نزہۃ القاری ۷ر ۱۰۴)

وصال پر ملال

۲۴ ذی الحجہ بروز بدھ فجر کی نماز کے وقت یہودی غلام ابولولؤ کے خنجر سے محراب النبی ﷺ میں شہید ہوئے ،بعض روایات میں ۲۸ ذی الحجہ مرقوم ہے حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی روضہ ءپاک (گنبد خضریٰ) میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہوئے عمر مبارک ۶۳ سال ہوئی۔ بلا شبہ آپکی شہادت سے اہل اسلام کے لئے نا قابل تلافی نقصان ہوا۔

□□□

امتناعِ کذبِ باری وامتناعِ نظیرِ محمدی ﷺ

(مولانا یٰسین اختر مصباحی)

اور ''اِفاداتِ صَمدیہ''۔مطبوعہ آگرہ۔۱۲۸۹ھ۔از حافظ بخاری، حضرت مولانا سید شاہ عبدالصمد چشتی، سہسوانی ثم پھپھوندوی (متوفی ۱۳۲۳ھ ر ۱۹۰۵ء) میں، مسطور ومذکور ہیں۔

۱۲۸۰ھ و ۱۲۸۴ھ کے درمیانی عرصے میں، مولانا نذیر حسین، بہاری، دہلوی (متوفی، رجب ۱۳۲۰ھ ر ۱۹۰۲ء) نے، اثرِ ابن عباس کو، بنیاد، بنا کر، اِمکانِ نظیرِ محمدی، ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔

(ص ۴۔ اِفاداتِ صمدیہ، از حافظ بخاری، سید عبدالصمد، چشتی، سہسوانی۔ مطبع الٰہی، آگرہ، ۱۲۸۹ھ)

''اِفاداتِ صمدیہ'' میں: اثرِ ابن عباس کا سہارا لیتے ہوئے، دعویٰ کیا گیا کہ:

رسول اکرم ﷺ کے، چھ اَمثال (ہم شکل وہم مثل) بِالفعل، موجود و متحقق ہیں۔''

اِس ''اِفاداتِ تُرابیہ'' کے اصل مصنف، مولانا امیر حسن، سہسوانی، شاگرد مولانا نذیر حسین بہاری، دہلوی ہیں۔ مگر، اُن کے ایک شاگرد، مولانا تُراب علی (غیر مقلد) کے نام سے ۱۲۸۹ھ رمیں میرٹھ سے، اس کی طباعت واشاعت ہوئی۔

مولانا امیر احمد، سہسوانی و مولانا نذیر احمد، سہسوانی، یہ دونوں غیر مقلد علما مولانا محمد احسن، نانوتوی (متوفی ۱۳۱۲ھ ر ۱۸۹۴ء) کے صحبت یافتہ تھے۔

یہ لوگ، اثرِ ابن عباس کو، دلیل بنا کر مختلف طبقاتِ اَرض میں، آدم ونوح و ابراہیم وموسیٰ علیہم السلام اور حضرت محمد ﷺ کی طرح، دیگر انبیاء مانتے تھے۔

اور، یہ، اِس لئے تھا کہ:

حضور ﷺ کی نظیر، ممکن ہی نہیں، بلکہ واقع بھی ثابت کی جا سکے۔''

اِس نئی کروٹ اورنئی صورتِ حال سے، یہ ضابطہ، قارئین کو، اچھی طرح، سمجھ میں آجانا چاہیے کہ:

''جو چیز، ممکن ہے، وہ، واقع بھی ہوسکتی ہے۔''

اب، انھیں، اچھی طرح، سمجھ لینا چاہیے کہ:

جس نظیرِ محمدی و مَثیل خاتم النبیین کو، پہلے، محض، ممکن، مانا گیا تھا، وہ ممکن، اب علمائے سَہسَوان یعنی، ایک بڑے طائفہ وہابیہ نے، واقع بھی، مان لیا۔ فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی

بات بات پر، صحیح حدیث، صحیح حدیث، کا مطالبہ کرتے والے اِس طائفہ وہابیہ کو ایسے اہم اور بنیادی اعتقادی مسئلہ میں، کسی حدیثِ حَسَن کی بھی، ضرورت، محسوس نہیں ہوئی۔ اب، ایک اَثرِ شاذ پر، اِکتفا کرلیا گیا۔ آخر، اِس کی وجہ، کیا ہوسکتی ہے؟

اِس کی وجہ، اِس کے سوا، کیا ہوسکتی ہے کہ:

جمہور اہلِ اسلام کے عقیدۂ ختم نبوت کی بنیاد (اِمتناعِ نظیرِ محمدی) کو، منہدم کرتے ہوئے اپنے بعض پیشواؤں کی، شوشہ بازی کو سہارا دینا اوران کی ناک، اونچی رکھنا ہے۔

اسلام وایمان اور اہلِ اسلام وایمان کا، جو بھی، حشر ہو

اِس سے انھیں، کوئی مطلب ہے اور نہ ہی، اس کی کوئی پَروا۔ فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی

پروفیسر، محمد ایوب قادری (کراچی۔متوفی نومبر ۱۹۸۳ء) لکھتے ہیں:

''یہاں، اِس امر کی طرف، اشارہ کرنا، ضروری ہے کہ:

اَثرِ ابن عباس کے مسئلہ میں، علمائے بریلی اور بدایوں نے مولانا محمد احسن، نانوتوی کی، بڑی شدّ ومد سے مخالفت کی۔

بریلی میں، اس محاذ کی قیادت، مولانا نقی علی خاں کررہے تھے۔

اور بدایوں میں، مولانا عبدالقادر بن مولانا فضلِ رسول، بدایونی، سرخیلِ جماعت تھے۔''

(ص ۹۴۔''مولانا محمد احسن، نانوتوی''، مؤلفہ پروفیسر محمد ایوب قادری، مکتبہ عثمانیہ، کراچی ۱۹۶۶ء)

مولانا عبدالحق، خیرآبادی، ومولانا سید حسین شاہ محدث ام پوری، ومولانا عبدالعلی، رام پوری ومفتی نورالنبی، رام پوری ودیگر، علمائے اہل سنت نے فتنہ تشش مثل وامکانِ نظیرِ محمدی کے خیال کو، نَصِ قرآنی کے مُعارِض عقیدۂ فاسدہ، قرار دیا۔

حضرت مفتی ارشاد حسین مجددی، رام پوری (متوفی ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۳ء) نے لکھا ہے کہ: اس پر عقیدہ رکھنا، اہل سنت وجماعت کے خلاف ہے۔

''خَاتَمُ النَّبِیّٖن'' بمعنی آخِرُ النَّبِیّٖن، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی، ہیں''۔

(ص ۲۶۔''تَنْبِیْہُ الْجُھَّالِ بِاِلْھَامِ الْبَاسِطِ الْمُتَعَال''۔مطبوعہ بہارستانِ کشمیر۔لکھنؤ)

آیتِ ختم نبوت اور متعدد احادیثِ ختم نبوت کو، سامنے رکھ کر ادنیٰ تامُّل کے بعد ہی، واضح ہوجاتا ہے کہ:

''خَاتَمُ النَّبِیّٖن'' بمعنی آخِرُ النَّبِیّٖن، ہی، ہے۔ اوراس میں تاَخُّرِ زمانی ہی، مراد ہے۔ مثلا: آیت کریمہ ہے۔ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖن۔

اور حدیثِ نبوی ہے:

اَنَا خَاتِمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِی۔ (اَبوابُ الْفِتَن، جامع ترمذی)

صاف، واضح ہے کہ: میرا، آخری نبی ہونا، قطعِ سلسلۂ نبوت کا، الٰہی فرمان ہے

''تَنْبِیْہُ الْجُھَّال'' میں، اس مسئلہ وقضیہ کی، آنْوُلَوِی مُحِبّ بدایونی (ولادت ۱۲۶۵ھ/ ۱۸۴۸ء۔وصال جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء۔مدفون بدایوں) تلمیذِ علامہ فضل رسول، عثمانی، بدایونی (متوفی ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۲ء)۔ ومولانا عبدالقادر، عثمانی، بدایونی (متوفی ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء)۔ ومولانا نور احمد، عثمانی، بدایونی (متوفی ۱۳۰۱ھ/ ۸۴۔۱۸۸۳ء) ہیں۔

جنھوں نے، اسے ۱۲۹۱ھ/ ۱۸۷۳ء میں تحریر کیا۔ مطبوعہ، مطبع بہارستانِ کشمیر۔لکھنؤ۔

نظیرِ محمدی، ختمِ نبوت، اَثرِ ابن عباس کی بحث، طول پکڑتی گئی۔

اوراسی موضوع سے متعلق، ایک سوال کے جواب میں، مولانا محمد قاسم، نانوتوی (متولد ۱۲۴۸ھ۔ متوفی ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) نے ''تَحذِیرُ النَّاس عَنْ اِنکارِ اَثَرِ ابنِ عَبّاس''۔ کے نام سے ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۲ء میں ایک کتاب لکھی۔ جسے مولانا محمد اَحْسَن، نانوتوی (متوفی ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۴ء) نے، اپنے مطبع صدیقی، بریلی سے طبع کیا۔

قارئین کے لئے، یہ اِنکشاف، باعثِ حیرت، نہیں ہوگا کہ:

مولانا محمد قاسم، نانوتوی (متوفی ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) کے ہم جَد، تحذیرِ الناس کے مستفتی اوراپنے طبع صدیقی، بریلی کے ذریعہ، اس کے پہلے طابع وناشر مولانا محمد احسن، نانوتوی (متوفی ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۴ء) کے تعارف میں حلقہ دیوبند ہی کے ایک مؤرخ اورتحریکِ بالاکوٹ کے مؤید وحامی مصنف ومؤرخ پروفیسر، محمد ایوب قادری (کراچی۔ متوفی نومبر ۱۹۸۳ء) لکھتے ہیں:

''۲۲رمئی ۱۸۵۷ء کو، نمازِ جمعہ کے بعد، مولانا محمد احسن صاحب نے بریلی کی، نَومحلہ مسجد میں، مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا کہ: ''حکومت سے بغاوت کرنا، خلافِ قانون ہے۔''

ایک انگریز مؤرخ نے لکھا ہے کہ: ''حکومت سے بغاوت کرنا، خلافِ شرع ہے۔'' اِس تقریر نے، بریلی میں آگ لگادی۔ اورتمام مسلمان، مولانا محمد احسن، نانوتوی کے خلاف ہوگئے۔

اگر، کوتوالِ شہر، شیخ بدرُ الدین کی فہمائش پر، مولانا، بریلی نہ چھوڑتے، تواُن کی جان کوبھی، خطرہ پیدا ہوگیا تھا۔''

(ص ۵۰ وص ۵۱۔ ''مولانا محمد احسن، نانوتوی'' مؤلفہ پروفیسر محمد ایوب قادری۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۶ء)

مشہور دیوبندی عالم، مولانا خالد محمود (مانچسٹر، انگلینڈ) لکھتے ہیں:

''مولانا محمد احسن، نانوتوی، حضرت مولانا محمد قاسم، نانوتوی کے، ہم جَدّ تھے۔ آپ نے، حضرت مولانا قاسم، نانوتوی کی کتاب ''تحذیرالناس'' اپنے طبع (مطبع صدیقی، بریلی) سے، شائع کی تھی۔''

''اس میں، بطورِ مُستفتی، مولانا محمد اَحسن، نانوتوی کا نام، درج ہے۔''

۱۸۵۰ء میں، بریلی کالج، قائم ہوا۔ اورمولانا محم احسن، نانوتوی، اس کے شعبہ فارسی کے صدر، مقرر ہوئے۔ اورجب، شعبہ عربی قائم ہوا، تو، اس کے بھی صدر، آپ ہی بنائے گئے۔ دیوبند کے، حضرت مولانا ذوالفقار علی (م ۱۹۰۴ء) بریلی میں، انسپکٹر مدارس، رہے۔

۱۸۵۱ء میں، آپ، یہیں رہے۔ ۱۸۵۷ء میں، میرٹھ کے ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدے پر فائز، رہے۔ ۱۸۵۷ء میں، حضرت مولانا فضل الرحمن، عثمانی (م ۱۸۹۱ء) جو، شیخ الاسلام، علامہ شبیر احمد عثمانی کے والد تھے، بریلی میں، انسپکٹر مدارس تھے۔''

(ص ۱۸، مطالعہ بریلویت، حصہ چہارم۔ ازمولانا خالد محمود۔ مطبوعہ حافظی بک ڈپو، دیوبند)

''بریلی میں، بڑے بڑے علما، پیدا ہوئے۔ شیخ الھند، حضرت مولانا محمود حسن، ۱۸۵۱ء میں یہیں، پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا حبیب الرحمن، عثمانی، مہتمم دارالعلوم، دیوبند کے مولد ومنشا ہونے کا شرف، اسی سرزمین کو، حاصل ہے۔ آپ، بریلی میں ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔

ان سب اکابر کے استاذ، حضرت مولانا مملوک علی، ۱۲۶۷ھ میں فوت ہوئے۔ آپ، دہلی کالج کے شعبہ عربی کے صدر تھے۔''

(ص ۱۸، مطالعہ بریلویت، حصہ چہارم۔ مطبوعہ دیوبند)

سارے مؤرخین، اِس حقیقت سے، واقف ہیں کہ:

مولانا مملوک علی، نانوتوی (متوفی ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۱ء) دلی کالج میں، انگریزی حکومت کے منظورِ نظر پرنسپل تھے۔ اورانھیں کے فرزند، مولانا محمد یعقوب، نانوتوی (۱۸۳۳ء۔ ۱۹۰۱ء) مدرسہ دیوبند، معروف، بہ دارالعلوم، دیوبند کے پہلے صدر مدرس ہوئے۔

جو، جنگ ۱۸۵۷ء کو ''غدر'' اورانقلابیوں کو ''مُفسِدین'' کہا کرتے تھے۔

جیسا کہ، سوانحِ قاسمی۔ مطبوعہ دیوبند میں، مدرسہ ودیوبند کے مدرسین کی اکثریت: ''ایسے بزرگوں کی تھی، جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اورحال پنشنر تھے۔ جن کے

بارے میں گورنمنٹ کو، شک وشبہ کرنے کی گنجائش ہی، نہ تھی۔''

(ص ۲۴۷۔حاشیہ سوانح قاسمی۔مطبوعہ دیوبند)

اِستفتا اوراس کے جواب، بنام تحذیرالناس کا عقدہ، مندرجہ ذیل تحریر سے کھلتا ہوا نظر آتا ہے کہ شاید، مستفتی اور مجیب کی گفتگو کے نتیجہ میں ہی، تحذیر الناس کی تالیف ہوئی۔

اور جواب بھی، شاید، پہلے سے طے شدہ تھا۔ کیوں کہ، مستفتی، اُسی خیال کے پیشگی حامل تھے جسے تحذیرالناس میں، شرح وبسط کے ساتھ، بیان کیا گیا ہے۔

سائل ومجیب، دونوں ہی، نانوتہ ضلع سہارن پور کے باشندے اور ہم جَد بھی تھے۔ اوراس اِستفتا سے پہلے ہی، ان کے خیالات، ظاہر بھی ہو چکے تھے۔

چنانچہ، مولانا محمد حنیف، گنگوہی، قاسمی لکھتے ہیں:

''۔۔۔ ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء میں شیخو پور ضلع بدایوں میں، مسئلہ اِمکان واِمتناعِ نظیر پر مولوی عبدالقادر، بدایونی اور امیر احمد، سَہسوانی کے درمیان، ایک مناظرہ، منعقد ہوا۔

سَہسوانی نے، ہر دو فریق کے مفصل حالات وتحریرات پر مشتمل ایک کتاب ''مناظرۂ احمدیہ'' کے نام سے طبع کرادی۔ تحریرات مناظرہ میں، اَثر ابن عباس رضی اللہ عنہ

اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ سَبْعَ اَرْضِيْنَ فِيْ كُلِّ اَرْضٍ . آدَمُ كَآدَمِكُمْ وَنُوْحٌ كَنُوْحِكُمْ . اھ بھی، زیرِ بحث آیا۔

سَہسوانی نے، آخر کتاب میں ایک جملہ، یہ بھی لکھ دیا کہ:

مولوی محمد احسن، صدیقی، نانوتوی بھی، اسی کے مُعتقد ہیں۔

اور، اسی مضمون پر، ان کی مُہر، ثبت ہے۔

اور، اِسی کے، اور علمائے دین، قائل اور معتقد ہیں۔''

(ص ۳۶۵۔ظفرالمحصلین باحوال المصنفین۔مؤلفہ محمد حنیف، گنگوہی، قاسمی۔حنیف بک ڈپو۔دیوبند ضلع سہارن پور)

فتنہ ''غامدیت'' کا پوسٹ مارٹم (حصہ اوّل)

تاریخ اسلام میں بہت سے فتنوں نے جنم لیا جیسے خوارج کا فتنہ، معتزلہ کا فتنہ، باطنیہ کا فتنہ، قادیانی فتنہ اور انکار حدیث کے پرویزی جیسے فتنے وغیرہ وغیرہ۔ آج کے دور میں ایک نیا فتنہ ''فتنہ غامدی'' کے نام سے ''الحادی قسم کی فکر'' کے ساتھ مسلمانوں کو اصل دین اسلام سے کاٹ کر 'جعلی اسلام' تھما رہا ہے۔ دین میں ایسی ایسی نئی تشریحسیں کر رہا ہے کہ جس پر ایمان لانے سے مسلمان ملحدانہ مغربی خیالات کا حامل ہو کر اصل دین اسلام سے مکمل کٹ جاتا ہے۔ آج کی تحریر کا موضوع یہی ''فتنہ غامدی'' ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم غامدی کے فتنے کو سمجھیں، پہلے غامدی کا تھوڑا تعارف بھی ہو جائے تاکہ اس 'فتنہ پرور' خبیث انسان کی اصلیت بھی آپ کو معلوم ہو جائے۔

''جاوید احمد غامدی'' کا اصلی نام اور نسب کیا ہے؟

آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ جس شخص نے یہ فتنا پھیلایا ہوا ہے اس نے اپنا 'اصلی نام' اور 'اصلی نسب' بھی لوگوں سے چھپایا ہوا ہے۔ ''جاوید احمد غامدی'' کا اصل نام 'محمد شفیق' ہے اور اس کا تعلق 'ککے زئی قبیلے' سے ہے۔ اس فتنہ پرور انسان نے فتنہ پھیلانے سے پہلے نا صرف اپنا نام تبدیل کیا بلکہ اپنا نسب بھی بدلا تاکہ لوگ اس کی اصلیت سے ناواقف ہوں۔ دشمن ایجنسیاں ہمیشہ اپنے بندے لانچ کرنے سے پہلے ان کی اصل شناخت بھی چھپاتی ہیں۔ آج یہ شخص 'محمد شفیق' المعروف ''جاوید احمد غامدی'' اپنا تعلق یمن کے ایک قبیلے ''غامد'' سے بتاتا ہے اور اسی نسبت سے خود کو 'غامدی' کہلاتا ہے۔

یاد رہے نسب تبدیل کرنا دین اسلام میں سختی سے منع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یہ کفر ہے کہ آدمی ایسے نسب کا دعویٰ کرے جس کو وہ خود نہیں پہچانتا۔ یا اپنے نسب کی کسی چیز کا انکار کرے اگرچہ وہ معمولی قسم کی ہو''۔

(ابن ماجہ، رقم 2744۔ مسند احمد جلد 3/215، صحیح 3370)

کیا غامدی عالم یا مفتی ہے جو دین اسلام کی تشریح کرتا ہے؟

جاوید احمد غامدی ایک ایسا فتنہ پرور آستین کا سانپ ہے جس نے زندگی میں کبھی کوئی 'دینی کورس' تک نہیں کیا، یہ نہ تو عالم دین ہے اور نہ ہی مدرسے سے سند یافتہ یا فارغ التحصیل ، لیکن یہ دین اسلام کی تشریحات ایسے کرتا ہے جیسے 'مفتی اعظم پاکستان' ہو۔

افسوس اس بات پر بھی ہے کہ جو لوگ اس کی من گھڑت باتوں پر یقین کرتے ہیں انہیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ غامدی محض 'بی اے' پاس ہے۔ جس شخص کے پاس دین کی کوئی ڈگری تک نہیں، نہ کسی مدرسے سے پڑھا، نہ درس نظامی کیا اور نہ ہی تجوید سیکھی۔

وہ قرآن پاک کی تفسیر کیسے کر سکتا ہے؟

احادیث کے صحیح یا غلط ہونے کا کیسے فیصلہ کر سکتا ہے؟

شعائر اسلام کی نئی تعبیریں کرنے کا حق اُس خبیث کو کس نے دیا؟

کیا دین اسلام اتنا لاوارث ہو گیا کہ آج یہ بی اے پاس لفنگا اٹھ کر قرآن کی من مانی تفسیر کرتا پھر رہا ہے؟ علماء دین اس فتنے کے خلاف اعلان جہاد کیوں نہیں کرتے؟

''جاوید غامدی'' کو کس جماعت نے 'کثرت سے جھوٹ' بولنے کی وجہ سے نکالا تھا:

جاوید احمد غامدی 1970 عشرے میں چند برس 'جماعت اسلامی' کا رکن رہا، مولانا مودودی سے بہت متاثر تھا، جماعت اسلامی کے بقول جب غامدی پارٹی میں تھا تو بہت جھوٹ بولتا تھا، یہاں تک کہ مولانا مودودی نے خود بھی اس کے جھوٹ پکڑے تھے، اکثر اوقات جب کبھی ملاقات میں کس کتاب کا حوالہ دیا جاتا، چاہے وہ کتاب اس دنیا میں

موجود ہی نہ ہو۔ پھر بھی غامدی فوراً جھوٹ بول دیتا کہ 'میں نے وہ کتاب پڑھ رکھی ہے' اور جھوٹ در جھوٹ بولنے کی عادت پر جماعت اسلامی نے اس کے خلاف تحقیقاتی کمیٹی قائم کی اور مولانا مودودی کے مشورے پر اسے پارٹی سے نکال دیا تھا۔ جب پرویز مشرف نے ملک میں لبرل ازم کو فروغ دینا شروع کیا تو غامدی کی درخواست پر سن 2006 میں اسے کچھ عرصے کے لئے 'اسلامی نظریاتی کونسل' کا ممبر بھی لگایا گیا تھا۔ آج کل یہ فتنہ پرور انسان پاکستان سے بھاگ کر بیرون ملک مقیم ہے۔

غامدی کا طریقہ واردات قادیانیوں جیسا ہی ہے:

غامدی کہتا ہے کہ میرا علماء اسلام بالخصوص اہل سنت سے کوئی حقیقی اختلاف نہیں محض ''تعبیر'' کا اختلاف ہے ورنہ میں خود بھی اہل سنت بلکہ احناف سے ہی ہوں۔ قارئین غامدی اسی لفظ ''تعبیر کے ذریعے لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے۔ یہ ''تعبیر کا وہی طریقہ'' اپناتا ہے جو اس سے پہلے قادیانیوں کے جھوٹے نبی ''غلام احمد قادیانی''لعنتی نے اپنایا تھا۔ ''تعبیر'' کے ذریعے قادیانیوں نے بہت سے مسلمانوں کو دین اسلام سے بدظن کر کے قادیانی بنایا، ٹھیک اسی طرح جاوید احمد غامدی بھی شعائر اسلام اور قرآن واحادیث کی نت نئی من گھڑت تعبیریں کر کے مسلمانوں کو اصل اسلام سے کاٹ کر جعلی اسلام تھما رہا ہے۔

عام آدمی اس تعبیر کے کھیل کو سمجھ نہیں پاتا۔ اس کو سمجھنے کے لیے ایک چھوٹی مثال دیتا ہوں۔ قادیانی بھی قرآن پاک کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر انہوں نے قرآنی لفظ ''خاتم النبیین'' کی غلط 'تعبیر' کر کے نہ صرف اپنے لیے جھوٹی نبوت کا دروازہ کھولا بلکہ وہ اپنی اس حرکت سے 'غیر مسلم' بھی قرار پائے۔ اسی طرح غامدی بھی شعائر اسلام کی 'نت نئی تعبیریں' کر کے لوگوں کی اس طرح برین واشنگ کرتا ہے کہ آج کا مسلمان چودہ سو سال کے پہلے اصل اسلام کو چھوڑ کر لبرل آزاد خیال بن جائے، یعنی مرضی ہو تو نماز پڑھو ورنہ نہ پڑھو، گرمی لگتی ہے تو روزہ چھوڑ دو جیسی من گھڑت تعبیرات کو اسلام کا نام لیبل لگا کر پھیلا

رہا ہے۔جبکہ کفار کے خلاف جہاد کا بھی انکار کر چکا ہے۔

غامدی نے کوئی دو تین باتوں پر غلط تعبیریں نہیں کیں بلکہ 'پورے دین اسلام' کو ہی الٹا بنا کے پیش کیا ہے۔مسلمان کا جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے اس میں بھی غلط تعبیریں کر کے مسلمانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات ڈالنے کی کوشش کی ہے۔مثال کے طور پر قرآن پاک میں اللہ کا فرمان ہے کہ ''جنت میں صرف مسلمان جائیں گے''،یعنی کوئی بھی غیر مسلم جب تک 'کلمہ' نہیں پڑھ لیتا، جنت میں نہیں جاسکتا چاہے کتنے ہی نیک اعمال کرے لیکن غامدی کہتا ہے کہ دوسرے مذاہب کے لوگ یعنی یہودی،عیسائی اور ہندو بھی اچھے عمل کرنے پر جنت میں جائیں گے چاہے مرتے دم تک اپنے مذہب پر قائم رہیں۔

غامدی نے مسلمان کا ایمان کمزور کرنے کے لیے،قرآنی آیات کی غلط تعبیریں کیں،حدیث وسنت کا من گھڑت مفہوم بیان کیا،عبادات پر شکوک وشبہات پیدا کئے۔مسلمان معاشرے کے اسلامی احکامات اور ریاست یہاں تک کہ فقہی مسائل پر بھی اپنی من گھڑت تعبیریں (تشریح) کی ہیں اور ان سب تعبیروں کو ملا کر غامدی نے 'ایک نیا مذہب غامدیت' کھڑا کر کے اسے اسلام کا نام دیا ہے جو کہ ہرگز اسلام نہیں ہے کیونکہ اس کے عقائد چودہ سو سال سے قائم اسلامی عقائد سے نوے فیصد مختلف ہیں۔ایک 'بی اے' پاس شخص مسلمانوں کو دین اسلام کی ایسی ایسی تعبیریں سنا رہا ہے جو اسلام کی چودہ سو سال میں کسی نے نہیں سنائیں۔(جاری ہے)

□□□

داتا گنج بخش حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی 'علی' ہے ابوالحسن آپ کی کنیت ہے اور داتا گنج بخش آپ کا مشہور ترین لقب ہے۔حتیٰ کہ اکثر لوگ آپ کو آپ کے نام ''علی'' کی بجائے آپ کے لقب ''داتا گنج بخش'' سے ہی جانتے ہیں۔آپ افغانستان کے مشہور شہر غزنی میں 400ھ کے لگ بھگ میں پیدا ہوئے۔

آپ کا شجرہ نسب اس طرح ہے،سید ابوالحسن علی ہجویری بن سید عثمان بن سید علی بن سید عبدالرحمن بن علی بن حسن اصغر بن سید زید بن امام حسن مجتبیٰ بن امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فی الجنہ ورحمہم اللہ اجمعین۔

آپ کی ولادت ننھیالی گھر غزنی کے محلہ ہجویر میں ہوئی جس وجہ سے آپ کو ہجویری کہا جاتا ہے۔آپ کے والد حضرت سید عثمان رحمۃ اللہ علیہ جید عالم عظیم فقیہ اور بہت بڑے عابد وزاہد تھے۔آپ کی والدہ بھی بہت عابدہ زاہدہ اور پارسا خاتون تھیں۔آپ کے ماموں بھی زہد وتقویٰ اور علم وفضل کے وجہ سے ''تاج العلماء'' کے لقب سے مشہور تھے۔آپ بھی آپ کے ماموں حضرت تاج العلماء کا مزار اقدس غزنی میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔آپ کا گھر علم وفضل اور روحانیت کا گہوارہ تھا اور غزنی شہر بھی ان دنوں علوم ومعارف کا مرکز تھا۔یہ سلطان محمود غزنوی کا دور تھا جو علم دوست بادشاہ تھے بلکہ سلطان محمود غزنوی نے خود بھی غزنی شہر میں ایک عظیم الشان مدرسہ اور ایک عظیم مسجد تعمیر کی تھی۔

چنانچہ آپ کے والدین اور ماموں حضرت تاج العلماء نے آپ کی تعلیم وتربیت پر بہت توجہ دی چار سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید سے تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔اپنے والدین سے تعلیم وتربیت حاصل کرنے کے علاوہ نہ صرف غزنی شہر بلکہ تاشقند،سمرقند،بخارا،فرغانہ،ماوراء النہر،ترکستان،خراسان،توس،نیشاپور،مہنہ،قہستان،مرو،سرخس،

فارس، کرمان، بیت المقدس، شام وعراق، آذربائیجان، طبرستان، خورستان، سوس، ہندوستان اور دیگر متعدد بلاد وممالک کے سفر کئے اور ممتاز علماء وصوفیاء سے اکتساب علم وفیض کیا۔

کشف المحجوب میں فرماتے ہیں میں نے خراسان میں تین سو علماء سے ملاقاتیں کیں۔ آپ نے اپنے کثیر اساتذہ میں سے خصوصی طور پر شیخ ابوالعباس احمد اشقانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابوالقاسم علی گورگانی رحمۃ اللہ علیہ کا بڑے ادب وعقیدت کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ آپ نے تمام مروجہ علوم معقول ومنقول میں کمال حاصل کیا۔ وعظ وارشاد، درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے علاوہ مناظرہ میں آپ کو ید طولی حاصل تھا آپ مسائل فقہیہ میں امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثبت رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے۔

کشف المحجوب میں آپ نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اجل صوفیاء میں بھی کیا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو امام الائمہ، شرف فقہاء اور دیگر عظیم الشان القاب سے ملقب کیا ہے اور بڑے ادب سے آپ کا تذکرہ کیا ہے۔

آپ نے سلوک کی منازل کی تکمیل کے لیے اس دور کے سلسلہ جنیدیہ کے جلیل القدر روحانی پیشواء اور تبحر عالم دین حضرت شیخ ابوالفضل محمد بن حسن جنیدی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ارشاد فرمائی۔ جو ملک شام میں دمشق اور بنیار کے درمیان بیت الجن نامی ایک بستی میں رہتے تھے اور جہاں پر اب ان کا مزار ہے۔ حضرت داتا رحمۃ اللہ علیہ خود حنفی المذہب تھے۔ لیکن طریقت میں آپ نے حنبلی المذہب شیخ ابوالفضل ختلی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اکابر اولیاء امت کے قلوب فقہی اختلافات کے باوجود تعصبات سے پاک تھے۔

آپ کا سلسلہ طریقت اس طرح ہے۔ داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، مرید شیخ ابوالفضل محمد بن حسن ختلی کے، وہ مرید شیخ ابوالحسن علی حضرمی رحمۃ اللہ علیہ کے، وہ مرید شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے، وہ مرید شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے، وہ مرید شیخ

معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے، وہ مرید شیخ داؤد طائی حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کے، وہ مرید شیخ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کے، وہ مرید حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے، وہ مرید باب مدینۃ العلم سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے اور وہ تربیت یافتہ حبیب خدا سید الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔

یہ 455ھ تھا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت داتا رحمۃ اللہ علیہ لاہور قیام کے دوران کچھ عرصہ کے لیے شام اپنے پیرومرشد کے پاس چلے گئے تھے اور 455ھ میں ان کے وصال کے بعد پھر لاہور واپس آگئے تھے۔

آپ غزنی میں لوگوں کی تعلیم وتربیت اور عبادت وریاضت میں مشغول تھے کہ خواب میں پیرومرشد حضرت شیخ ختلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے فرزند تمہیں لاہور کی قطبیت پر مامور کیا جاتا ہے اٹھو اور لاہور جاؤ۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا میرے پیر بھائی شیخ حسین زنجانی قطبیت لاہور پر مامور ہیں ان کی موجودگی میں اس عاجز کی کیا ضرورت ہے۔ ارشاد ہوا ہم سے حکمت دریافت نہ کرو اور بلا توقف لاہور روانہ ہو جاؤ۔

چنانچہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ 431ھ میں لاہور تشریف لائے اس وقت لاہور کا نام لہانور تھا۔ یہ سلطان محمود غزنوی کے بیٹے سلطان مسعود غزنوی کا دور تھا۔ پنجاب اگرچہ غزنی حکومت کا جز تھا لیکن لاہور پر اس وقت ہندو مذہب اور ہندو تہذیب چھائی ہوئی تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں طویل سفر کے بعد جب لاہور پہنچا تو رات کا وقت تھا اور لاہور کے دروازے بند ہو چکے تھے۔

جہاں آج آپ کا مزار اقدس ہے اس وقت یہ جگہ دریائے راوی کے کنارے پر تھی اس جگہ آپ قیام پذیر ہو گئے اور سادہ سی مسجد ومدرسہ پر مشتمل خانقاہ کی بنیاد رکھی اور یہی خانقاہ بعد میں برصغیر کی تمام خانقاہوں، مدارس اسلامیہ اور اسلام کی اشاعت وتعلیم وتربیت کی بنیاد ثابت ہوئی۔

آپ کا مزار اقدس مرکز تجلیات و پناہ گاہ خلق خدا اور یہ بات اہل علم پر واضح ہے کہ موت سے روح ختم نہیں ہوتی بلکہ جسم سے آزاد ہونے کی وجہ سے پہلے سے زیادہ طاقتور و فعال ہو جاتی ہے۔ لہذا اولایت جو کہ اللہ تعالیٰ کے قرب و دوستی کا نام ہے وفات سے ختم نہیں ہوتی بلکہ اصحاب روحانیت وفات کے بعد دنیاوی زندگی سے بڑھ کر فیض رسانی کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

اس حقیقت پر ایک معتبر گواہی سلسلہ چشتیہ کے مورث اعلیٰ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جنہوں نے داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر اکتساب فیض کا چلہ مکمل کرنے کے بعد فرمایا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

جبکہ مفکر اسلام شاعر مشرق علامہ محمد اقبال فرماتے ہیں:

سید ہجویر مخدوم امم مرقد او پیر سنجر را حرم
بند ہائے کوہسار آساں گیسخت در زمین ہند تخم سجدہ ریخت
عہد فاروق از جمالش تازہ شد حق زحرف او بلند آوازہ شد
پاسبان عزت ام الکتاب از نگاہش خانہ باطل خراب
خاک پنجاب از دم او زندہ گشت صبح از مہر او تابندہ گشت
عاشق و ہم قاصد طیار عشق از جبینش آشکار اسرار عشق

برصغیر کی مسلمہ علمی فکری و روحانی شخصیت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کے مزار اقدس پر حاضری دی اور اکتساب فیض کیا اور پھر فرمایا: ''مزار اقدس سے انوار و تجلیات کی ایک ایسی بارش برس رہی ہے جس سے تمام بلاد ہند مستفیض ہو رہے ہیں۔

• آپ نے متعدد کتب تصنیف فرمائیں لیکن ''کشف المحجوب'' کو بڑی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی یہ کتاب فارسی زبان میں تصوف اسلامی پر پہلی اور اپنے موضوع پر سب کتب پر فائق تصنیف ہے۔ یہ کتاب شریعت اور سلوک کے طالب علم کے لیے مرشد کا درجہ رکھتی ہے۔ اسلامی عقائد و اعمال، اخلاق ظاہرہ باطنہ اور علم تصوف کی شرح اور اکابرین اسلام و بزرگان دین کے تعارف اور گمراہ، بے علم و لاعلم صوفیوں کی نشاندہی اور ان سے احتراز کی تلقین پر مشتمل ایک شاہکار تصنیف ہے۔

آپ کا مزار پرنور آج بھی مرجع الخلائق ہے جہاں ہر شعبہ ہائے زندگی سے وابستہ لوگ آپ کے فیوضات سے مستفید ہوتے ہیں۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال ۲۰ صفر المظفر کو شہر لاہور میں منایا جاتا ہے۔

□□□

امام اہلسنت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

(ترتیب: مفتی اسد الرحمٰن چشتی)

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم رحمۃ اللہ علیہ
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

نام و نسب

سنہ پیدائش (۱۲۷۲ھ) کے اعتبار سے آپ کا تاریخی نام مختار ہے۔ آپ کا نام مبارک محمد ہے، اور آپ کے دادا نے احمد رضا کہہ کر پکارا اور اسی نام سے مشہور ہوئے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نام کے ساتھ عبدالمصطفیٰ کا اضافہ فرمایا۔ جب آپ دستخط کرتے تو ''عبدالمصطفیٰ احمد رضا'' لکھا کرتے۔ اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان بن مولانا نقی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں بن حافظ کاظم علی خاں بن محمد اعظم خاں بن محمد سعادت یار خاں بن محمد سعید اللہ خاں رحمہم اللہ۔ آپ کا تعلق "افغانستان" کے معزز قبیلہ "بڑہیچ پٹھان" سے ہے۔

تاریخ ولادت

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت بروز ہفتہ، 10 شوال المکرم 1272ھ، بمطابق 14، جون 1856ء، بوقتِ ظہر، "محلہ جسولی" بریلی شریف (انڈیا) میں ہوئی۔

تحصیلِ علم

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی رسمِ بسم اللہ کے بعد تعلیم کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چار برس کی عمر میں ناظرہ قرآن مجید ختم کرلیا۔ چھ سال کی عمر میں ماہِ ربیع الاول شریف کی تقریب میں ایک بہت بڑے اجتماع کے سامنے "میلاد شریف" کے موضوع پر ایک پر مغز اور جامع بیان کر کے علمائے کرام اور مشائخ عظام سے تحسین و آفرین کی داد وصول کی۔ ابتدائی اردو اور فارسی کی کتب پڑھنے کے بعد "میزان و منشعب" حضرت مولانا

مرزا غلام قادر بیگ سے پڑھیں۔ پھر آپ نے اپنے والد ماجد سند المحققین حضرت مولانا شاہ نقی علی خان سے اکیس علوم حاصل کیے۔ "شرحِ چغمینی" کا بعض حصہ حضرت علامہ مولانا عبدالعلی رام پوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ ابتدائی "علمِ تکسیر و جفر" شیخ المشائخ حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیے۔ علمِ تصوف کی تعلیم استاذ العارفین مولانا سید آلِ رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔

آپ نے اپنے والد نقی علی خان سے مندرجہ ذیل اکیس علوم پڑھے:

علم قرآن، علم تفسیر، علم حدیث، اصول حدیث، کتب فقہ حنفی، کتب فقہ شافعی و مالکی و حنبلی، اصول فقہ، جدل مہذب، علم العقائد والکلام، علم نحوم، علم صرف، علم معانی، علم بیان، علم بدیع، علم منطق، علم مناظرہ، علم فلسفہ مدلسہ، ابتدائی علم تکحیہ، ابتدائی علم ہیئت، علم حساب تا جمع، تفریق، ضرب، تقسیم، ابتدائی علم ہندسہ۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم و طریقت سید آل رسول مارہروی سے حاصل کی۔ مرشد کے وصال کے بعد بعض تعلیم طریقت نیز ابتدائی علم تکسیر و ابتدائی علم جفر وغیرہ سید ابوالحسین احمد نوری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل فرمایا۔ شرح چغمینی کا بعض حصہ عبدالعلی رامپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔

پھر حسب ذیل علوم و فنون میں دسترس حاصل کی اور ان کے شیخ و امام ہوئے:

قراءت، تجوید، تصوف، سلوک، علم اخلاق، اسماء الرجال، سیر، تواریخ، لغت، ادب، مع جملہ فنون، ارثما طیقی، جبر و مقابلہ، حساب ستیسنی، لوغارثمات یعنی لوگارثم، علم التوقیت، مناظرہ، علم الاکر، زیجات، مثلث کروی، مثلث مسطح، ہیئت جدیدہ یعنی انگریزی فلسفہ، مربعات، منتہی علم جفر، علم زائچہ، علم فرائض، نظم عربی، نظم فارسی، نظم ہندی، انشاء نثر عربی، انشاء نثر فارسی، انشاء نثر ہندی، خط نسخ، خط نستعلیق، منتہی علم حساب، منتہی علم ہیئت، منتہی علم ہندسہ، منتہی علم تکسیر، علم رسم خط قرآن مجید۔

تیرہ برس دس مہینے پانچ دن کی عمر شریف میں 14 شعبان 1286ھ مطابق 19 نومبر 1869ء کو آپ رحمۃ اللہ علیہ فارغ التحصیل ہوئے اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

اسی دن مسئلہ رضاعت سے متعلق ایک فتوی لکھ کر اپنے والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا۔ جواب بالکل صحیح تھا۔ والد ماجد ؒ نے اسی وقت سے فتوی نویسی کی جلیل الشان خدمت آپ کے سپرد کر دی۔

بیعت وخلافت

آپ 1294ھ، بمطابق 1877ء کو شیخ المشائخ حضرت شاہ آلِ رسول مارہروی ؒ کے دست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ ؒ نے اپنے مرشد کی شان میں ایک منقبت لکھی جس کا ایک شعر یہ ہے۔

خدمات وخصوصیات

اعلیٰ حضرت ؒ محض ایک فرد نہیں بلکہ ایک جامعہ ہیں۔ آپ کی سیرتِ مبارکہ اور کارہائے نمایاں سے قرونِ اولیٰ کے اسلاف کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ آپ کی شخصیت ایسی جامع وکامل وعالی مرتبت ہے، جن کی علمی سطوت وشوکت اور مخالفین ودشمنانِ اسلام پر ہیبت دبدبہ ان شاء اللہ العزیز تا قیامِ قیامت اپنی پوری آب وتاب اور شان وشوکت کے ساتھ آفتاب نصف النہار کی طرح مطلعِ علم وشریعت پر چھائی رہے گی۔ آپ کی پھیلائی ہوئی شمعِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی مہک پورے عالم میں پھوٹتی رہے گی اور ہر آنے والے دن کے ساتھ اس کی خوشبو اور فیض رسانی میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

امام احمد رضا ؒ مروجہ علوم دینیہ کے علاوہ ایسے علوم پر مہارت رکھتے تھے جن سے عام طور پر علماء تعلق نہیں رکھتے۔ ہر فن میں قیمتی تحقیقات وتعلیقات کا اضافہ کیا۔ آپ نے پچاس سے زیادہ علوم وفنون میں تصانیف کا یادگار ذخیرہ چھوڑا۔ جدید حساب سے ان کی تعداد ایک سو بیس کے قریب ہے۔

اسی طرح مختلف علوم وفنون پر ایک ہزار سے زیادہ یادگار تصانیف چھوڑی ہیں۔ صرف فتاوٰی رضویہ کی جدید طباعت تیس جلدوں میں ہے۔ بہت سی کتب طباعت کے مراحل میں ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ؒ مدح وثناخوانی میں حافظ شیرازی، امام بوصیری و جامی ؒ بلکہ حسان الہند کہیں تو مبالغہ نہ ہوگا۔ صرف "ترجمۂ کنزالایمان" دیکھ لیں تو حقائق ومعرفت کا خزینہ ہے۔ اس ترجمے میں رازی کی موشگافیاں، غزالی ؒ کا تصوف، جامی ؒ کی وارفتگی، نعمان بن ثابت ؒ کا تفقہ اور حضرت بلال ؓ کا عشق ہے۔ آپ ؒ نے ردبدعات، بے حیائی وخرافات، جاہلانہ رسوم ورواج کے خلاف ساری زندگی جہاد فرمایا اور سب سے زیادہ جہال کے خلاف لکھا اس کی نظیر نہیں ملتی۔

آپ ؒ کا علمی وفقہی مقام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں ؒ نے فتاویٰ رضویہ کی کتاب الطہارۃ کے باب التیمم میں ایک نادر فتویٰ تحریر فرمایا، جس میں آپ ؒ نے ایک سو اکیاسی (۱۸۱) ایسی چیزوں کے نام گنوائے ہیں، جن سے تیمم کیا جاسکتا ہے اس میں ۷۴ منصوصات (یعنی وہ مسائل واحکام جنہیں فقہاء متقدمین نے بیان فرمادیا) اور ۱۰۷ مزیدات (یعنی وہ مسائل واحکام جنہیں آپ نے اپنے اجتہاد واستنباط سے بیان فرمایا۔ اور ایک سو تیس (۱۳۰) ایسی اشیاء کے نام تحریر کئے ہیں، جن سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے، ان میں ۵۸ منصوصات اور ۷۲ زیادات ہیں۔

امام اہلسنّت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز ؒ نے ایک سوال کہ "باپ پر بیٹے کا کس قدر حق ہے" کے تحت احادیث مرفوعہ کی روشنی میں تفصیلی جواب دیتے ہوئے اولاد کے ساٹھ (۶۰) حقوق بیان فرمائے اور فرمایا کہ یہ حقوق پسر اور دختر (بیٹا اور بیٹی) دونوں کے لئے مشترک ہیں اور پھر بیٹے کے خاص پانچ حقوق اور دختر کے لئے خاص پندرہ حقوق لکھے۔ اس طرح آپ نے اولاد کے کل اسی (۸۰) حقوق تحریر فرمائے ہیں۔

خُدادادحافظہ

حضرت ابو حامد سید محمد محدث کچھوچھوی ؒ فرماتے ہیں کہ تکمیل جواب کے

لیے جزئیاتِ فقہ کی تلاش میں جو لوگ تھک جاتے وہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کرتے اور حوالہ جات طلب کرتے تو اُسی وقت آپ فرما دیتے کہ ردالمحتار جلد فلاں کے فلاں صفحہ پر ان الفاظ کے ساتھ جزئیہ موجود ہے۔ درمختار کے فلاں صفحے پر عبارت یہ ہے۔ عالمگیری میں فلاں جلد و صفحہ پر یہ الفاظ موجود ہیں۔ اور جب کتابوں میں دیکھا جاتا تو وہی صفحہ و عبارت پاتے جو زبان اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہوتا تھا۔

علمِ ریاضی میں مہارت

علم ریاضی میں آپ یگانۂ روزگار تھے۔ چنانچہ علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاء الدین جو کہ ریاضی میں غیر ملکی ڈگریاں اور تمغہ جات حاصل کیے ہوئے تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ریاضی کا ایک مسئلہ پوچھنے آئے۔ ارشاد ہوا، فرمایئے! اُنہوں نے کہا، وہ ایسا مسئلہ نہیں جسے اتنی آسانی سے عرض کروں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، کچھ تو فرمایئے۔ وائس چانسلر صاحب نے سوال پیش کیا تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُسی وقت اس کا تشفی بخش جواب دے دیا۔ اُنہوں نے انتہائی حیرت سے کہا کہ میں اِس مسئلہ کے لیے جرمن جانا چاہتا تھا۔ اتفاقاً ہمارے دینیات کے پروفیسر مولانا سیّد سلیمان اشرف صاحب نے میری راہنمائی فرمائی اور میں یہاں حاضر ہو گیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ اسی مسئلہ کو کتاب میں دیکھ رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب بصد فرحت و مسرّت واپس تشریف لے گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سے اِس قدر متاثر ہوئے کہ داڑھی رکھ لی اور صوم و صلوٰۃ کے پابند ہو گئے۔

قرآن پاک حفظ کرلیا

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک ماہ میں قرآن پاک حفظ کیا۔ چنانچہ حضرت جناب سید ایوب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک روز اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ بعض ناواقف حضرات میرے نام کے آگے حافظ لکھ دیا کرتے ہیں، حالانکہ میں اس لقب

کا اہل نہیں ہوں۔ سید ایوب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روز سے دور شروع کر دیا جس کا وقت غالباً عشاء کا وضو فرمانے کے بعد سے جماعت قائم ہونے تک مخصوص تھا۔ روزانہ ایک پارہ یاد فرمالیا کرتے تھے، یہاں تک کہ تیسویں روز تیسواں پارہ یاد فرمالیا۔

جلیل القدر مجدد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ "بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کیلئے ہر سو سال کے سرے پر ایک آدمی بھی بھیجے گا جو اس کیلئے اس کے دین کی تجدید کرے گا۔ (سنن ابوداؤد، مشکوٰۃ المصابیح)

مجدد کی سب سے بڑی علامت و نشانی یہ بیان کی گئی ہے کہ گزشتہ صدی کے آخر میں اس کی پیدائش اور شہرت ہو چکی ہو اور موجودہ صدی میں بھی وہ مرکز علوم و فنون سمجھا جاتا ہو۔ یعنی علماء کرام کے نزدیک اس کے احیاء سنت و ازالہ بدعت اور دیگر خدماتِ دینیہ کا خوب چرچا اور شہرت ہو۔

علماء کرام کی بیان کردہ علامات کے سو فیصد مصداق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جن کو حدیثِ نبوی ﷺ کے مطابق عرب و عجم کے ممتاز علماء کرام اور مشائخِ عظام نے چودھویں صدی کے مجدد کے عظیم لقب سے پکارا ہے۔

اس لئے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ میں ہوئی اور آپ کا وصال ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ میں ہوا۔ یوں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تیرھویں صدی میں ستائیس سال، دو مہینے اور بیس دن پائے۔ جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و فنون، درس و تدریس، تالیف و تصنیف، افتاء اور وعظ و تقریر کا شہرہ ہندوستان سے عرب و عجم تک پہنچا اور چودھویں صدی میں چالیس سال ایک مہینہ اور پچیس دن پائے۔ جس میں حمایت دین، نکایت مفسدین، احقاق حق و ازہاق باطل، اعانت سنّت اور اماتت بدعت کے فرائض

منصبی کو کچھ ایسی خوبی اور کمال کے ساتھ آپ نے سرانجام دیا جو آپ کے جلیل القدر مجدد ہونے پر شاہد ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ چودھویں صدی کے مجدد اور ہمارے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہیں۔

زیارتِ حرمین شریفین

۱۸۷۸ء میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ اپنے والدگرامی کے ہمراہ پہلی بار حج بیت اللہ کیلئے حاضر ہوئے۔ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران مشہور شافعی عالم دین حضرت "شیخ حسین بن صالح" آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد متاثر ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی تحسین وتکریم فرمائی، انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حیرت انگیز کارنامہ دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک دن میں ان کی کتاب "الجوہرۃ المضیۃ" کی شرح نہایت فصیح وبلیغ عربی میں "النیرۃ الوضیۃ فی شرح الجوہرۃ المضیۃ" کے نام سے تصنیف فرمائی۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں کچھ تعلیقات اور حواشی کا اضافہ فرمایا اور اس کتاب کا تاریخی نام "الطرۃ الرضیۃ فی النیرۃ الوضیۃ" تجویز فرمایا۔

اسی طرح ۱۳۲۲ھ بمطابق ۱۹۰۵ء میں دوبارہ زیارت حرمین شریفین کے لیے گئے تو وہاں کے علماء کبار کیلئے نوٹ (کرنسی) کے ایک مسئلے کا حل "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم" کے نام سے تحریر فرمایا۔ اس کے علاوہ ایک کتاب الدولۃ المکیۃ بھی تحریر فرمائی، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے اثبات پر عالمانہ اور محققانہ بحث فرمائی اور قرآن واحادیث کی روشنی میں ثابت فرمایا۔

عالم بیداری میں زیارت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ دوسری بار حج کے لیے تشریف لے گئے تو زیارتِ نبیِّ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو لیے روضۂ اطہر کے سامنے دیر تک صلوٰۃ وسلام پڑھتے رہے، مگر پہلی رات قسمت میں یہ سعادت نہ تھی۔ اس موقع پر وہ معروف نعت لکھی جس کے مطلع میں دامن

رحمت سے وابستگی کی امید دکھائی ہے۔

وہ سُوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

لیکن مقطع میں مذکورہ واقعہ کی کیفیت کے پیش نظر اپنی بے مائیگی کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے شیدا ہزار پھرتے ہیں

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے القاب

بعض دانشور اور اہل علم حکومت کی خوشنودی حاصل کر کے لقب وخطاب حاصل کرتے ہیں اور بعض حکومتی علمی، ادبی، اور سماجی ادارے ان کے کارناموں کی وجہ سے لقب وخطاب عطا کرتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو کسی بھی طرح لقب وخطاب یا نام ونمود کی پرواہ نہیں کرتے، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو بے نام ونشان سمجھتے ہیں۔ انہیں مٹانے والے خود مٹ جاتے ہیں اور جن کے عشق میں یہ بے نام ونشان لوگ مٹ جاتے ہیں وہ انہیں ایسا چمکاتے ہیں اور ایسا نام ونشان عطا کرتے ہیں کہ انکی چمک اور ان سے ضیاء حاصل کرنے والے ذرے بھی آفتاب و ماہتاب بن جاتے ہیں اور ان کے نام لیوا شہرت و ناموری کے بام رفعت پر کمندیں ڈالتے ہیں اور آسمان شہرت پر اپنی عظمت کا پھریرہ لہراتے ہیں۔

ایسی ہی شخصیات میں ایک شخصیت اسلامی چودھویں صدی کے عظیم مجدد، بریلی کے فاضل امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ہے۔ ان کی حیات ظاہری میں عجم ہی نہیں بلکہ عرب کے مشاہیر نے ایک سے بڑھ کر ایک باوقار، پاکیزہ اور حسن القاب وآداب سے یاد کیا اور آج بھی ناموران زمانہ انہیں گراں قدر مطہر اور منور القاب سے یاد کرتے چلے جار ہے ہیں، حالانکہ انہوں نے خود کو سدا بے نام ونشان ہی سمجھا۔ لیکن یہ بھی یقین تھا کہ

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

یہ تو امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا انکسار تھا ورنہ امام کا نام تو حق و باطل کے درمیان امتیاز پیدا کرنے والی کسوٹی ہے، اگر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا نام سن کر چہرے پر خوشی طاری ہو جائے تو سمجھ لیجئے غلام مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے اور اگر پیشانی پر کوئی شکن آ جائے تو جان جایئے کہ بدمذہب اور گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔

لقب اعلیٰ حضرت کی تحقیق

اعلیٰ حضرت جو حقیقتاً ان کا نام نہیں بلکہ لقب ہے۔لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عَلَم بن کر رہ گیا۔ اور ان کے نام نامی اسم گرامی کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ اور آج جب بھی لفظ اعلیٰ حضرت سماعت کے جہاں میں داخل ہوتا ہے تو ذہن بریلی کے فاضل امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ہی کی طرف مبذول ہو جاتا ہے۔

لفظ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ایسا نام اور آپ کی ایسی پہچان بن گیا ہے۔ جو امر ہے۔ زندہ ہے۔ اور رہتی دنیا تک چودہویں صدی ہجری کے اس مجدد عاشق مصطفٰی اور عبد مصطفٰی کو زمانہ ''اعلیٰ حضرت'' کہہ کر یاد کرتا رہے گا۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا لقب مجدد

ویسے تو کوئی لقب نہیں۔ بلکہ ایک منصب ہے اور صدی کے علماء اور مشائخ اس کو مجدد تسلیم کرتے ہیں۔ جو کارنامہ تجدید انجام دیتا ہے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے تو کارنامہ تجدید کی شاہراہ پر چودہ سال کی عمر بارہ سو چھیاسی میں ہی قدم رکھ دیا تھا اور تیرہ سو ایک ہجری لگتے ہی اپنی اپنی منزل پالی تھی، البتہ اس کے اٹھارہ سال بعد تیرہ سو اٹھارہ ہجری میں ان کی مجددیت کا اعلان سب سے پہلے حضرت مولانا عبد المقتدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔

پٹنہ کے اجلاس 1418ھ 1911ء میں مشاہیر علماء و فضلاء کی موجودگی میں حضرت مولانا عبد المقتدر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رضا کو مجدد فرمایا اور سب نے اس لقب طیب کو بخوشی قبول کیا۔

علماء حرمین کی طرف سے مجدد کا لقب

جب امام احمد رضا 1324ھ 1905ء میں دوسرے حج اور زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو حرمین شریفین کے متعدد علماء کرام و مشائخ عظام نے انہیں مجدد کہا۔

چند اسماء حسب ذیل ہیں--!

سید اسماعیل بن خلیل رحمۃ اللہ علیہ، سید حسین بن علامہ عبد القادر طرابلسی مدرس مسجد نبوی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، شیخ موسیٰ علی شامی، سید احمد علی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ۔

شیخ حسین کی طرف سے لقب ضیاء الدین

لقب ضیاء الدین احمد امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ جب پہلی مرتبہ 1395ھ میں والدین کے ہمراہ حج و زیارت کے لئے گئے تو حرمین شریفین کے متعدد علماء اور مشائخ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ و مختلف قسم کی اسناد عطا فرمائیں۔

ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نماز مغرب مقام ابراہیم میں ادا کی، بعد نماز امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح جمال اللیل نے بلا تعارف سابق آپ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے دولت خانہ تشریف لے گئے اور دیر تک آپ کی پیشانی کو پکڑ کر فرمایا!

انی لاجد نور اللہ فی ھذا الجبین

بے شک میں اللہ کا نور اس پیشانی میں پاتا ہوں۔

پھر صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دست مبارک سے لکھ کر عنایت فرمائی اور فرمایا کہ تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔(الاجازات المتینہ، از امام احمد رضا)

علمائے حرمین شریفین کے عطا کردہ القاب

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف ''المعتمد المستند، کفل الفقیہ الفاہم، فتاوٰی الحرمین، حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ پر حرمین شریفین کے علماء کرام نے تقاریظ تحریر فرمائی ہیں۔ انہیں خصوصیت کے ساتھ حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ میں ان صاحبان علم و فضل

نے مجدد اسلام امام احمد رضاؒ کو بڑے پاکیزہ باوقار اور خوبصورت القاب و آداب سے نوازا ہے۔ یہاں ہم انہی القاب کو پیش کریں گے، جو لقب کی حیثیت کے حامل ہیں اور چند الفاظ تک محدود ہیں۔

شیخ ابوالخیر احمد میرداد مسجد الحرام مکہ مکرمہ:

باریکیوں کا خزانہ، معرفت کا آفتاب، علمی مشکلات ظاہری و باطنی کھولنے والا۔

علامہ شیخ صالح کمال مکہ مکرمہ: عالم علام، فضائل کا دریا، مولانا محقق، زمانے کی برکت، عمائد علماء کی آنکھوں کی ٹھنڈک۔

علامہ محمد عبدالحق مہاجر الہ آبادی مکہ مکرمہ: علامہ عالم جمیل، دریائے ذخار، سردار فضل، کثیر الاحسان، دریائے بلند ہمت، ذہین و دانشمند بحر ناپیدا کنار، صاحب ذکاء کثیر الفہم۔

سید اسماعیل خلیل محافظ کتب حرم مکہ مکرمہ: منقبتوں اور فخروں والا، یکتائے زمانہ، اپنے وقت کا یگانہ۔

علامہ پیر مرزوقی ابوحسین مکہ شریف: نور کے اونچے ستون والا، معرفت کا دریا، سیراب ذہن والا، طاقتور زبان والا، دریائے منطق۔

علامہ محمد علی مالکی بن شیخ حسین مالکی، مکہ شریف: دائرہ علوم کا مرکز، مسلمانوں کا یاور، راہ پایوں کا نگہبان، سعد الدین، مولیٰ المعارف والہدیٰ عضد ہدایت۔

علامہ شیخ السعد بن دہلان مکی: نادر روزگار، خلاصہ لیل و نہار۔

مولانا شیخ عبدالرحمٰن دہلان مکی: علامہ زماں، یکتائے روزگار۔

علامہ احمد حنفی مکی: فخر اکابر، پرہیزگار فاضل۔

علامہ محمد صالح بن محمد افضل مکی: عالم فاضل، ماہر کامل، باریک فہموں والا،

علامہ محمد احمد حامد مکی: معتمد پیشوا، فاضل تبحر۔

علامہ محمد سعید شیخ الدلائل مدینہ منورہ: کثیر العلم، دریائے عظیم الفہم

علامہ محمد بن احمد عمری: مرشد محقق، کثیر الفہم، اللہ کی عطاؤں والا، دین کا نشان و ستون،

عرفان و معرفت والا۔

علامہ عباس رضوان مدینہ منورہ: علامہ امام، تیز ذہن، بالاہمت، یکتائے دہر۔

علامہ سید الشریف احمد برزنجی مدینہ شریف: صاحب تحقیق و تنقیح و تدقیق و تزئین، عالم اہلسنت و جماعت۔

علامہ شیخ سعید محمد بن واصح حسینی مدینہ شریف: فخر ہندوستان۔

علامہ شیخ احمد الجزائری مدینہ منورہ: علامہ زماں، یکتائے روزگار، سرچشمہ معرفت۔

علامہ شیخ حسین بن علامہ سید عبدالقادر طرابلسی مدینہ منورہ: حامی ملت محمدیہ طاہرہ، مجدد مائۃ حاضرہ، میرے استاذ اور پیشوا۔

علامہ محمد کریم اللہ مہاجر مدنی: امام بزرگ محقق نکتہ رس، اس زمانے کے مجدد۔

علامہ شیخ موسیٰ علی شامی ازہری احمدی دردیری مدنی: امام الائمہ، ملت اسلامیہ کے مجدد، نور یقین۔

لقب محدث بریلوی: حضرت مسعود ملت ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے محدث بریلوی نام سے امام احمد رضاؒ کی حیات و شخصیت پر کتاب لکھی۔ اس کے بعد چند پاکستانی اہل قلم نے بھی انہیں محدث بریلوی لکھنا شروع کر دیا۔

لقب فقیہ العصر، سرتاج الفقہاء: ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے فقیہ العصر نام سے امام احمد رضاؒ کی فقاہت پر رسالہ لکھا۔ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کا سرتاج الفقہاء کے نام سے امام احمد رضاؒ کی فقاہت پر ایک دوسرا رسالہ ہے۔ سرتاج الفقہاء امام احمد رضاؒ کی شخصیت کے شایان شان ہے۔

لقب چشم و چراغ خاندان برکاتیہ

مارہرہ مطہرہ، خانوادہ برکاتیہ کے ایک عظیم و جلیل شہزادے حضرت سید آل رسول حسنین قادری صاحب نے امام احمد رضاؒ کو "چشم و چراغ خاندان برکاتیہ" لکھا

لقب مجدد اعظم

خانوادہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کے چشم و چراغ محدث اعظم ہند حضرت علامہ مولانا سید محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو ''مجدد اعظم'' کہا۔

(المیزان نمبر ص241)

لقب شاہ ملک سخن: امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک لقب ملک سخن کا شاہ ہے۔

ملک سخن شاہی تم کو ''رضا'' مسلم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

لقب واصف شاہ ہدیٰ

پروفیسر ڈاکٹر طلحہ رضوی برق نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو ''واصف شاہ ہدیٰ'' کہا۔

(المیزان امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نمبر ص240)

حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنے آپ کو واصف شاہ ہدیٰ کہا ہے۔ شعر ملاحظہ کیجئے!

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں نہیں
ہند میں واصف شاہ ہدیٰ مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

لقب امام نعت گویاں

مولانا اختر الحامدی صاحب مرحوم (کراچی) نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو امام نعت گویاں لکھا ہے۔

لقب قبلہ اہل دل

ڈاکٹر نسیم قریشی مرحوم شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو قبلہ اہل دل لکھا۔ (المیزان امام احمد رضا نمبر ص 549)

لقب شیخ الاسلام والمسلمین

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان صاحب نور اللہ مرقدہ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الاسلام والمسلمین سے امام احمد رضا m کے وصالِ (1340ھ) کا تاریخی مادہ استخراج کیا تھا۔ اب یہ امام احمد رضا m کے لئے ایک لقب بن گیا ہے۔ اور انہیں شیخ الاسلام والمسلمین بھی لکھا جاتا ہے۔

لقب فاضل بریلوی

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ابتداء سے ہی فاضل بریلوی کہا اور لکھا جا رہا ہے۔ آج جب بھی فاضل بریلوی کہا اور لکھا جاتا ہے تو ذہن امام احمد رضا ہی کی طرف جاتا ہے۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے مختلف القاب

اعلیٰ حضرت، حجۃ اللہ فی الارض، علم و فضل کے دائرہ کا مرکز، صاحب تحقیق و تدقیق و تنقیح، فخر السلف، بقیۃ الخلف، اکابر اور عمائد علماء کی آنکھوں کی ٹھنڈک، زمانے کی برکت، آفتاب معرفت محمود سیرت، اسلام کی سعادت، دریائے بلند ہمت، اپنے زمانے اور اگلے وقتوں کا زر، نور کے اونچے ستون والا، صاف ستھرا نہایت کرم والا، اللہ کی عطا کردہ اور سیراب ذہن والا، بلند معنوں باریک فہموں والا، فخروں اور منقبتوں والا، مشکلات علم کا کشادہ کرنے والا، علموں کی مشکلات ظاہر و باطن کو کھولنے والا، طاقتور قلم اور زبان والا، دین کا نشان و ستون، جامع علوم و فنون، عالم جمیل و جلیل، فاضل نبیل، عالم باعمل، صاحب عدل، مینار فضل، علامہ فاضل و کامل، پرہیزگار فاضل، محیط کامل، امام کامل، ولی کامل، قبلہ اہل دل قطب ارشاد، فاضلوں کا مایہ افتخار، علمائے مشاہیر کا سردار، ذہین اور دانشمند عالم یگانہ استاذ ماہر، فخر اکابر، شیوہ بیان شاعر، یکتائے روزگار نادر روزگار، خلاصہ لیل و نہار، دریائے ذخار، چراغ خاندان برکاتیہ، امام الائمہ، نور یقین، شیخ الاسلام والمسلمین، استاذ معظم، مجدد اعظم، شاہ ملک سخن، امام اہلسنت، عظیم العلم، موئید ملت طاہرہ، مجدد ملت

حاضرہ، محدث بریلوی، امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

خلاصہ

عرب و عجم کے علماء، قلم کار اور دانشوروں نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و مناقب حسین انداز میں بیان کئے ہیں اور بڑے ہی باوقار اور خوبصورت القاب و آداب سے یاد کیا ہے۔ سب کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ماننے چاہنے والے انہیں برابر بہتر سے بہتر القاب و آداب سے یاد کرتے چلے جا رہے ہیں۔ شعراء ان کے اوصاف کے بلیغ اظہار میں تراکیب سازی بھی کر رہے ہیں۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی شادی و اولاد

تعلیم مکمل ہو جانے کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شادی ۱۲۹۱ھ میں افضل حسین صاحب کی بڑی صاحبزادی "ارشاد بیگم" صاحبہ سے ہوئی۔ شیخ صاحب موصوف شیخ عثمانی تھے۔ اور انکے والد ماجد کا نام شیخ احمد حسین تھا۔

حضرت مولانا حسنین رضا خان ابن مولانا حسن رضا خان برادِ اوسط اعلیٰ حضرت اپنی کتاب سیرت اعلیٰ حضرت مع کرامات میں تصنیف فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سات اولادیں ہوئیں۔

دو شہزادے، حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب ملقب بلقب حجۃ الاسلام، حضرت مولانا الشاہ مفتی مصطفیٰ رضا خاں صاحب ملقب بلقب مفتی اعظم ہوئے۔

پانچ صابزادیاں، پہلی اور بڑی صاحبزادی مصطفائی بیگم، انکی شادی اعلیٰ حضرت کے بھانجے جناب حاجی شاہد علی خان سے ہوئی۔ انکی صرف ایک لڑکی ہوئی عزو بی بی، جو مولوی سردار علی خاں سے منسوب ہوئیں۔ یہ صاحبزادی اعلیٰ حضرت کی حیات میں ہی فوت ہو گئیں۔

دوسری صاحبزادی کنیز حسن، جن کو منجھلی بیگم کہتے ہیں، انکی شادی جناب حمید اللہ خاں صاحب ولد حاجی احمد اللہ خاں صاحب رئیس شہر کہنہ سے ہوئی۔ انکی دو اولادیں ہوئیں۔ عتیق اللہ خاں اور ایک صاحبزادی رفعت جہاں بیگم۔

تیسری صاحبزادی کنیز حسن، جن کو سنجھلی بیگم کہتے ہیں۔ جناب حکیم حسین رضا خاں صاحب ابن مولانا حسن رضا خاں صاحب سے منسوب ہوئیں۔ امام اہل سنت کے وصال سے اکیس دن بعد ان کا انتقال ہوا۔ انکے تین لڑکے ہوئے۔

۱۔ مرتضیٰ رضا خاں۔ ۲۔ مولوی ادریس رضا خاں۔ ۳۔ جرجیس خاں۔

چوتھی صاحبزادی کنیز حسنین عرف چھوٹی بیگم انکی شادی مولوی حسنین رضا خاں صاحب ابن استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں سے ہوئی۔ انکی صرف ایک لڑکی ہوئی شمیم بانو، جو جرجیس میاں کو منسوب ہوئیں۔

پانچویں صاحبزادی مرتضائی بیگم عرف چھوٹی بنو، مجید اللہ خاں پسر خرد جناب حاجی احمد اللہ خاں صاحب رئیس شہر کہنہ سے منسوب ہوئیں۔ ان کے تین لڑکے رئیس میاں، سعید میاں، فرید میاں اور دو لڑکیاں مجتبائی بیگم اور مقتدائی بیگم ہیں۔

حضرت حجۃ الاسلام کی شادی پھوپھی زاد بہن کنیز عائشہ ہمشیرہ جناب حاجی شاہد علی خاں صاحب سے ہوئی۔ ان کے چھ اولادیں ہوئیں۔ دو صاحبزادے حضرت علامہ مولانا ابراہیم رضا خاں صاحب عرف جیلانی میاں ملقب بلقب مفسر اعظم ہند، حضرت علامہ مولانا حماد رضا خاں عرف نعمانی میاں، اور چار لڑکیاں، ام کلثوم زوجہ حکیم حسین رضا خاں، کنیز صغریٰ بیگم زوجہ تقدس علی خاں، رابعہ بیگم عرف نوری زوجہ مشہود علی خاں، سلمیٰ بیگم زوجہ مشاہد علی خاں۔

حضرت علامہ مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب کی شادی چھوٹے چچا مولانا محمد رضا خاں صاحب کی اکلوتی صاحبزادی سے ہوئی۔ اسی لئے مولانا محمد رضا خاں

صاحب عرف ننھے میاں سے انکواپنی اولاد کی طرح رکھا، اور شادی کے بعد انکا رہنا سہنا سب چچا جان کے مکان پر رہا۔ انکی سات صاحبزادیاں ہوئیں۔ اور ایک لڑکا جو کمسنی ہی میں داغ مفارقت دے کرراہی ملک بقا ہوا۔

وصال مبارک

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال مبارک بروز جمعۃ المبارک 25 صفر المظفر 1340ھ، بمطابق 28 اکتوبر 1921ء کو دن دو بج کر 38 منٹ پر عین اذانِ جمعہ کے وقت ہوا۔ آپ کا مزار پرانوار بریلی شریف (انڈیا) میں مرجع خلائق ہے۔